سلسلہ مطبوعات عصمت نمبر [illegible]

پردہ و تعلیم

از

حضرت امام اکبر آبادی

و

کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب اے، ای، آر، او، ایل ایم وغیرہ

جسے

رازق الخیری اڈیٹر عصمت دہلی نے

پہلی مرتبہ بماہ جولائی سنہ ۱۹۳۳ء

محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپوا کر

عصمت بک ایجنسی دہلی سے شائع کیا

قیمت ۱۲

پردہ و تعلیم

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

تہدیہ

میں اس کتاب کو اُس محترم و مخلص ہستی ملکہ ثریا بیگم
کی نذر کرتا ہوں جس کا تمدن ہنوز سرزمین کابل میں اپنا کام
کر رہا ہے۔ اور جس کی تقلید مسلمانان ہند کے لئے
باعث مفاد ہے یہ ہستی اگرچہ غریب الوطن ہے۔ لیکن
اس کی یاد ہمارے قلوب اور ہماری روحوں کے
نزدیک ترین ہے۔ خدا کرے کہ اسکی یہ یاد مسلمانوں
کی خفتہ روحوں کو بیدار کر دے تاکہ اس کے دلی
جذبات کو ہم اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے ہوئے دیکھ سکیں
یہ ھدیہ ایک مایوس دل ایک مجروح قلب اور ایک
مجبور و بے کس انسان کی طرف سے ہے گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

امام اکبرآبادی
سلطان منزل۔ آگرہ۔ ۳۲ء

مقدمہ

مری تعمیر میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی

اس کتاب کے اگرچہ تمام مضامین بالاقساط سال **عصمت** کے زرّین صفحات پر شائع ہو چکے ہیں لیکن ایک طرف میرے پاس اس کی اشاعت کے لیئے پیغامات کا آنا اور دوسری طرف محترم ایڈیٹر صاحب رسالۂ عصمت کی خواہش کہ اسے کتابی صورت میں شائع کرانا بیحد ضروری ہے اس لیئے اس کی اشاعت کا سبب نہ تو تشہیر ہے اور نہ منفعت مادی بلکہ چند ضروری واہم واقعات وحادثات ہیں جن کی بناء پر اس کی اشاعت کی شدید ضرورت محسوس ہوئی لیکن نہیں کہا جا سکتا کہ اس کتاب کے پڑھنے والے ذیل کے اسباب علل کا تجزیہ کس دماغ، کس ذہنیت اور کس نظر سے کریں؟ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ موجودہ تعلیم کے ایک مبتدی سے لیکر ایک اعلیٰ یافتہ دماغ پر بھی (باستثنائے چند) یہ نقش کر دیا گیا ہے کہ موجودہ پردہ اسلامی پردہ ہے اور جدید دنیوی تعلیم کا حصول خصوصاً مسلم مستورات کیلئے کفر کا ارتکاب؟ انسانی فہم سے یہ مافوق ہے کہ جس علم کے حصول سے ایک مسلمان مرد کافر نہیں ہو سکتا اسی کے حصول سے ایک مسلمان عورت کیونکر کافر ہو سکتی ہے؟ البتہ موجودہ غیر مذہب

معلمات کے زیر تعلیم رہ کر یہ خطرہ یا اس خطرہ کا خیال صحیح بھی ہو سکتا ہے۔

کون کہہ سکتا ہے کہ غیر مذاہب کی معلمات کے زیر تعلیم رہ کر کتنی مسلم مستورات دائرۂ اسلام سے خارج ہو چکی ہیں؟ اور کسے معلوم کہ آئندہ اس خطرہ کا سیلاب کس قدر ان کو دریائے اسلام سے نکال کر کفر کے غار میں پھینک دیگا؟ میں اپنے ایک سفر کے چشم دید حالات پیش کرکے آپ کے ایمان و انصاف پر اس فیصلہ کو چھوڑ دونگا کہ آیا آئندہ بھی ہم مسلمان اس روش پر گامزن رہیں یا اس میں کسی انقلاب عظیم کی ضرورت ہے؟

میرا سفر اور پہلا سبب

قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب
وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھسے

میں یوں تو اکثر تجارتی سلسلہ میں کلکتہ و بمبئی کا سفر کرتا رہتا ہوں۔ لیکن میری حیرت و مسرت کی انتہا نہ رہی جبکہ میں نے ۱۹۲۵ء میں بمبئی کے میڈیکل کالج اور احمد آباد کے میڈیکل اسکول میں تین مسلمان لڑکیوں کو زیر تعلیم دیکھا۔ ان میں سے ایک کا نام سکندرہ بیگم' دوسری کا نام جمیلہ خاتون تھا' لیکن تیسری کا نام افسوس کہ میں بھول چکا ہوں۔ دوسرا سفر اجین ریاست گوالیار کا کیا' وہاں پہنچکر دیکھا کہ ایک مسلمان لڑکی جس کا نام اغلباً فاطمہ بیگم تھا اور جو ڈاکٹری پاس کر چکی تھی۔ مجھسے میرے دوست نے ان سے تعارف کرایا۔ لیکن میرے صدمہ کی انتہا نہ تھی جبکہ میں نے ان چاروں لڑکیوں کو ۱۹۳۱ء میں دیکھا کہ ان میں سے چند آریہ اور چند عیسائی ہو چکی ہیں۔

اس کا سبب کیا تھا یہی کہ یہ اسلامی تعلیم سے ناآشنائے محض تھیں اور

مسلمانوں میں انکے جذبات اور ان کی فطرت کے موافق سوسائٹی میسر نہ تھی اگر یہ اسلامی تعلیم سے بہرہ اندوز ہوتیں تو یقیناً یہ مارق و ماثوم ہونے سے بچ سکتی تھیں۔

اس کے بعد بمبئی کی سرزمین میں میں نے ایک اور مسلمان لڑکی کو دیکھا جو بھوپال کے کسی خاندان سے تعلق رکھتی تھی اور جس کا نام اغلباً رقیہ بیگم تھا۔ اس نے ابتدائی اسلامی تعلیم حاصل کر کے انگریزی کی طرف رجوع ہوئی اور حکمت میں ایک بڑی ڈگری حاصل کر کے بمبئی کے عیسائی پروسن (باندرہ) میں سکونت اختیار کی۔ عیسائی مشنری لیڈیز اس کے پاس آتیں اور اپنے مذہب کی تلقین کرتیں۔ لیکن بجائے اس کے کہ یہ عیسائی مذہب اختیار کرتی اپنی بحث میں ان کو لاجواب کر دیتی۔ یہ تمام ملحد مسلم لیڈیز ابتک زندہ ہیں۔ کوئی جائے اور ان سے دریافت کرے کہ تمہیں کس چیز نے اسلام سے خارج کیا اور کون سے اثر نے خارج ہونے بچا لیا؟

پڑھنے والو! اس کتاب کو پڑھکر دوسری کتابوں کی طرح پھینک نہ دینا، بلکہ اس سے عبرت کا اور حکمت و مواعظت کا سبق حاصل کرنا۔ وہ چیز جو اسلام کسی قیمت پر بھی کسی کے سپرد نہ کرتا، آج وہ بلا قیمت رقیب کے ساتھ ہمسفر ہے۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ موجودہ سیلاب تمدن کسی کے روکے رک نہیں سکتا، پھر جب صورت یہ ہے تو کیوں نہیں اسلامی تعلیم کے ساتھ اس کا علاج کیا جاتا؟ اس وقت پردہ اور جدید تعلیم کے مسئلہ میں تین گروہ ہیں۔ ایک وہ جو مسلم مستورات کے لئے جدید تعلیم زہر قاتل سمجھتا ہے دوسرا وہ جو اگرچہ جدید تعلیم کو اچھا جانتا ہے لیکن وہ اپنے ماحول سے

مجبور ہے اور تیسرا وہ جو اس پر عامل ہے اور دوسروں کو بھی راغب کر رہا ہے۔ ان تینوں جماعتوں میں سے دوسری قسم کی جماعت عنقریب آخرالذکر جماعت میں مدغم ہو جانیوالی ہے پھر تم دیکھو گے اور اپنا سر پکڑ لو گے کہ کس قدر مسلم گریجویٹ مستورات عیسائی اور آریہ مذہب اختیار کرتی ہیں

اس کا تنہا علاج یہی ہے کہ مسلم گریجویٹ معلمات کے تحت میں مسلمان لڑکیوں کی اعلیٰ و متوسط تعلیم ہونی چاہیئے۔ لیکن ایسی گریجویٹ معلمات ہم کہاں تلاش کریں ؟ اس کے لئے آپ کو ابتدائی درسگاہوں کے گوشے اور ماؤں کی گودیں تلاش کرنی چاہئیں کہ بجز اس کے اور کوئی علاج نہیں۔

موجودہ تمدن و تہذیب کی پرواز کسے خبر کہ کس منزل تک ہو۔ لیکن بظاہر آثار نظر آتے ہیں کہ اگر اس پرواز کا ساتھ مسلمانوں نے نہ دیا تو اس کا نتیجہ مہلک ترین ہوگا اور اگر اس دور ارتقا کا ساتھ ہمارے محسوسات نہ دے سکے تو اب سے بہت زیادہ ہم تباہ حال ہو جائیں گے فطرت انسانی چاہتی ہے کہ اس کی زندگی کے لوازمات ایسے مہیّا کئے جائیں جو اس کے مذاق کے موافق ہوں۔ کون نہیں چاہتا کہ اس کی عورت نسائیت کا مکمل ترین نمونہ ہو؟ لیکن مسلمان مردوں کو یہ بات نصیب نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اکثر مسلمان نوجوانوں کو نسائیت کے نمونے شہروں کے بالا خانوں پر تلاش کرنے پڑتے ہیں۔ اکثر جو جدید تعلیم سے متاثر ہیں انکو نسائیت سیر گاہوں میں ملتی ہے اور اکثر کو سینما اور تھیٹر کے "اسٹیج" پر اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ پھر ہے کوئی طاقت جو ان کو روک سکے ؟ ہے کوئی مذہبی پیشوا جو اپنی روحانی طاقت سے نسائیت کی جدید قوت کو کمزور کر سکے؟ اگر ہے

تو وہ کس گوشہ میں ہے؟ اور اس کو کس وقت اور کس لمحہ کا انتظار ہے؟ آئے
اور اپنی روحانی طاقت سے اس گروہ کو کھینچ لے جس پر آئندہ اسلام کا
مدار ہے اور اگر نہیں ہے۔ اور یقین نہیں ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ نسائیت
کو اس لنسائیت کو جو تاریک کوٹھریوں میں بند پڑی ہے جو پرانے بوسیدہ
گودڑوں میں سو رہی ہے اور جو جہالت کی تاریک نقابوں میں لپٹی ہوئی
ہے اور اس کو جگا لائے کہ لنسائیت کا ایک بڑا جز اس پر ماتم کر رہا ہے
کس لئے؟ اس لئے کہ وہ علم کی تزئین وہ صحیح آزادی کی آرائش کے
ساتھ دنیا کے روبرو اسلامی اسٹیج پر جلوہ گر ہو اور گمراہ مسلم فرزندوں
کو اپنی طرف کھینچ لے۔ اور ڈراما کا پردہ الٹ کر وہ سین دکھا دے جس
سے انکی نگاہیں دوسری طرف نہ اٹھ سکیں۔

مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت روتی ہے اپنی عورت کو قید و بند
میں دیکھکر اور انگریزوں کا ایک کثیر گروہ ماتم کر رہا ہے اپنی عورت
کی لامحدود پرواز پر دونوں گروہ مصیبت میں مبتلا ہیں۔ یہی وجہ ہے۔
کہ اسلام کا کوئی مسئلہ حکمت و موعظت سے خالی نہیں۔ اور اس لئے
پردہ کے مسئلہ کے توازن کو قائم رکھا ہے تاکہیں عورت کو بے بس قیدی
نہ بنا دیا جائے اور تاکہیں اس کے پر نہ لگا دیئے جائیں۔

تیسرا سبب

میرا عقیدہ ہے کہ اب اگر ہندوستان میں مسلمان رہ سکتے ہیں تو
یہ اپنی عورت کو اسلامی قانون کے مطابق اپنے اپنے دوش بدوش
رکھکر ہی زندہ رہ سکتے ہیں۔ اور یہی مجھے اسلامی تاریخ اور اللہ کی کتاب

سے ملا ہے، ملاحظہ ہو۔

والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ پس نیکی سمجھکر مسلمان ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کو یہ دعوت دیجاتی ہے کہ آؤ تمہارا خدا تمہیں آزادی کا مژدہ سنا رہا ہے۔ آؤ کہ تم اپنے بدمست و غفلت شعار مسلمان مردوں کی مدد کرو اور آؤ کہ انکو نیکی کی طرف کھینچ لاؤ تاکہ ہم اور تم ملکر اسلام کی خدمت کیلئے آمادہ ہو جائیں۔

یہ وجوہات و اسباب ہیں جن کی بنا پر ایڈیٹر صاحب یہ کتاب لکھنے پر بیتاب ہوئے اور یہ واقعات ہیں جن سے متاثر ہو کر اس کتاب میں صاف گوئی سے کام لیا گیا۔ ایسی صاف گوئی جو نیک نیتی اور ایمان و عقیدت سے وابستہ ہے اور جسمیں مسلمانوں کی فلاح و بہبود کا راز پوشیدہ ہے۔

اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ مذہبی حصہ میرے دماغ کا نتیجہ ہے اور سیاسی حصہ میرے عزیز دوست ڈاکٹر کپتان نصیر الدین احمد صاحب آئی۔ ایم۔ ایس کے قلم کا نتیجہ ہے یہ کتاب پردہ کے مسئلہ پر اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے، خدا کرے کہ محترم ایڈیٹر کی محنت بار آور ہو، اور تعلیم یافتہ مسلم طبقہ اس سے فیضیاب ہو۔ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

(نوٹ) اس کتاب کے مذہبی حصہ میں قرآن و حدیث اور علماء کے تراجم و تفاسیر کا اقتباس درج ہے۔

امام۔ اکبرآبادی

تعلیم نسواں اور پردہ

سرسید علیہ الرحمۃ نے زمانہ مستقبل کی اشد ضرورت کو پیش نظر رکھکر جب چاہا کہ مسلمانوں کو انگریزی تعلیم کی طرف رجوع کیا جائے تو ہندوستان کے اس گروہ نے جس کی ڈاڑھیوں کا نور اور پیشانیوں کا کوہ نور ہر وقت چمکتا رہتا ہے اس تحریک کی شد و مد کے ساتھ نہ صرف مخالفت کی بلکہ فتویٰ لگا دیا کہ اگر مسلمانوں نے انگریزی علم حاصل کیا تو وہ کفر کے مرتکب ہونگے۔ اس گروہ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بانیٔ تحریک پر کفر کا فتویٰ بھی لگا۔ لیکن جب اس جماعت نے زمانہ کی ضرورت کو خود محسوس کیا یا زمانہ نے اسے محسوس کرایا کہ انگریزی علم حاصل کئے بغیر ہندوستان میں زندگی نہیں بسر کر سکتے تو پھر اسی گروہ نے مرحوم و مغفور کو علیہ اللعنۃ کی جگہ علیہ الرحمۃ لکھنا اور کہنا شروع کر دیا مگر کب؟ جبکہ دوسری قومیں منزلوں آگے بڑھ چکی تھیں۔

آج کہ مسلمانانِ ہند کے روبرو تعلیم نسواں اور پردہ کا مسئلہ درپیش ہے اور ان دونوں عنوانات پر اس قدر بولا اور لکھا جا چکا ہے کہ اگر اس تمام مواد کو یکجا جمع کیا جائے تو ایک اچھا خاصہ کتبخانہ بن سکتا ہے لیکن ہنوز روز اول ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ تعلیم نسواں محدود ہے دوسرا گروہ لامحدود بتاتا ہے اور دونوں گروہ وہ دلائل و ثبوت پیش کر چکے ہیں کہ شاید انکے نزدیک اب مزید ثبوت کی گنجائش باقی نہیں۔ اسی قبیل کے اور چند عنوانات ہیں جنہیں مسلمان

مسلمان متفق نہیں اور نہیں کہا جا سکتا کہ کب تک متفق ہو سکیں کہ یہ ہمیشہ منقسم ہی رہنا پسند کرتے ہیں اور انکے دماغوں پر اکثر وہ بیشتر بورانی کیفیت ہی طاری رہتی ہے۔ ہندوستان کے مسلمانوں کا اجتہادِ فکر اس وقت ختم ہوتا ہے جبکہ اس کا پڑوسی اسے تاریکی میں تنہا چھوڑکر خود روشنی کی فضا میں سیر کرنے لگتا ہے۔ لیکن نسوانی فرقہ کے معاملہ میں آج یہ بھی نہیں معلوم ہوتا ہے کہ انکے دماغ کی وہ رگ جس میں ادراک و احساس کا مادہ ہوتا ہے کمزور ہوگئی۔

میں کچھ مدّت سے اس پر غور کر رہا تھا کہ کیا وجہ ہے کہ ہندی مسلمان اہم مسائل میں بھی کسی ایک مرکز پر جمع ہو کر عمل پیرا نہیں ہوتے؟ اور کیا سبب کہ جس وقت ان کا جمود و سکوت حرکت میں آتا ہے تو سب سے پہلے باہمی مخالفت و معاندت کا علَم انکے ہاتھ میں ہوتا ہے؟ بالآخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ چونکہ ہمارا ایک قوی ترین بازو مفلوج ہے، اور ہم فالج زدہ گود میں پرورش پاتے رہے اس لئے ہم میں قوت عمل نہیں یہ میں آگے چل کر بتاؤنگا کہ ہمارے کون سے بازو کو فالج مار گیا ہے۔

29۔ 7۔ 8

یہ سچ ہے کہ عمل کا نام زندگی ہے اور زندگی بنائے عمل ہے۔ یہ زندگی نہیں نہیں کہ اپنی ہی جنس کو بھیڑیوں کی طرح چیر پھاڑ کھایا جائے بلکہ زندگی سے مراد ہے متمدن زندگی، و محتسبانہ زندگی، تمدن کے مذہبی معنی (ایک دوسرے کی مدد کرنا اور اس کو خرابی سے بچانے کا ہے) اور معاشرتی معنی زمانہ کی تہذیب کے بہترین اصول اختیار کرنا اور بدترین چھوڑ دینا ہے لیکن احتساب صرف تمدن کی حفاظت کے لئے

ہوتا ہے۔

جب کسی قوم یا کسی جماعت سے احتساب مفقود ہوتا ہے تو اس میں تمدن بھی قائم نہیں رہتا، اور جب تمدن نہیں رہتا تو ایمان بھی ضعیف ہو جاتا ہے۔

اسلام کی اخلاقی جزئیات احتساب ہی کی شاخیں ہیں اور تمام عبادات و نیک کام اسی کے تحت میں ہیں۔ کسی کو برائی سے بچانے اور نیکی کی طرف لانے کا نام تمدن ہے اور اسباب میں اسلام کو ایک فضیلت مخصوصہ حاصل ہے۔ لیکن اس فضیلت کو مسلمانانِ ہند نے جس بیدردی کے ساتھ تباہ کیا اور کرتے چلے جا رہے ہیں، تاریخ میں ایسی مثال کم ملے گی۔ قدموں سے زیادہ آج زبانیں کام کر رہی ہیں، اور زبانوں سے زیادہ قلبیں۔ لیکن نہیں کہا جا سکتا کہ ہمارا ایمان کونسی وحی کا منتظر ہے اور ہماری روح کس الہام کی خواہش مند ہے؟

میرا یہ خاموش روئے سخن عموماً تعلیم یافتہ گروہ اور خصوصاً علماء و رہنماؤں سے ہے کہ مذہب کا ہر ہر شعبہ بالواسطہ و بذاتِ تمدن سے تعلق رکھتا ہے، اور احتساب تمام تمدنی دُنیا پر حاوی ہوتا ہے سیادت و حکومت، انجمنیں یا مجالس جو تمدن کی محافظت کے لئے قایم کی جاتی ہیں انکا مقصد اول احتساب ہی ہوتا ہے۔ چونکہ بموجب قانونِ فطری ہر چیز خیر و شر سے واسطہ رکھتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک بیدار انسان، ایک خفتہ انسان کو ہر وقت جگاتا رہتا ہے کہ کہیں وہ شہد کے بدلے زہر نہ پی لے اور کہیں وہ سیدھی راہ کی جگہ ٹیڑھی راہ اختیار نہ کرلے۔

پس اگر ایک شخص اس راز کو وحی کے ذریعہ لوگوں کو بتاتا ہے تو وہ پیغمبر

ہے۔ اگر دوسرا شخص اس بھید کو فلسفیانہ طرز میں ادا کرتا ہے تو وہ حکیم ہے۔ اگر تیسرا شخص اس بات کو حکومت کی قوت سے سمجھاتا ہے تو وہ حاکم ہے۔ اور اگر چوتھا شخص اس معمہ کو اخلاقی قوت سے حل کرتا ہے تو وہ رہنما ہے۔

اسی تعاون وتناصر کا نام تمدن ہے اور اسکے جائزہ لینے کو احتساب کہتے ہیں۔ چونکہ ہر مسلمان بالطبع ایک محتسب ہے، اور اسلئے ہر مومن محافظ تمدن عالم ہے۔ پس اگر ایمان وعقیدت کی حقیقت دنیا سے ناپید ہوجائے تو تمدن بھی قائم نہیں رہ سکتا اور جب تمدن نہیں رہ سکتا تو ایمان میں ضعف آجانا یقینی ہے۔

خدائے برتر اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے والمومنون والمومنات بعضہم اولیا بعض یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر۔ یعنی (مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں) راہ میں اگر کانٹے یا شیشے کے ٹکڑے پڑے ہوں تو انسان کا فرض ہے کہ وہ چلنے والوں کو آگاہ کردے۔ اگر کوئی قافلہ پر امن راہ سے بھٹک جائے تو ایک رہنما کا فرض اولین ہے کہ وہ اسے صحیح راستہ پر لگادے۔

چونکہ یہ کام ایک یا دو آدمی کا نہیں ہوتا۔ اس لئے تقسیم عمل کی رو سے صیغوں کی تقسیم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اس لئے دنیا میں حکومتیں یا انجمنیں قائم کی جاتی ہیں۔ لیکن جو حکومت یا جو انجمن صداقت وایمانداری کے ساتھ احتساب کرتی ہے وہ کامیاب ہوجاتی ہے، پر جن کی نیتوں میں فرق آجاتا ہے یا جو ظالم وفتن پر اتر آتی ہیں وہ نہایت

شرمناک ذلت کے ساتھ تباہ ہو جاتی ہیں۔

اب سوال ہے نظام عمل و تقسیم کار کا۔ پس جب تمام شعبوں کا نظام کیا جاتا ہے تو کیا وجہ کہ مفلوج عورت کے شعبہ کا نظام نکیا جائے؟ خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب تمہارا قرآن مومنون و مومنات کی باہم دگر امداد کا حکم دیتا ہے تو کیا سبب کہ اس حکم سے سرکشی کی جارہی ہے؟ اور کیوں اس عضوِ مفلوجہ کا علاج نہیں کیا جاتا۔

یہ ظاہر ہے کہ جس قوم یا جس خاندان کی عورت متمدن نہوگی وہ قوم اور وہ خاندان کبھی بھی متمدن نہیں ہو سکتا۔ یہ مشہور ہے کہ عورت کی گود بچہ کی پہلی تربیت گاہ ہے۔ پس جب عورت تربیت یافتہ نہوگی تو بچہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ چونکہ تعلیم بنا ہے تمدن و تربیت کی اس لیے کہا گیا ہے کہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ

دنیا کے تمام دیگر مسائل میں کچھ نہ کچھ اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن لیکن تعلیم اور صرف تعلیم کا مسئلہ ایسا ہے کہ اس سے کسی قوم و مذہب کو اختلاف نہیں۔ لیکن مسلمان اس میں بھی پیش پیش ہیں وہ لوگ جو اپنی کم فہمی کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ عورتوں کو مت پڑھاؤ اور اگر پڑھاؤ تو صرف اتنا کہ وہ قرآن کے بعد ابتدائی مسائل سے واقف ہو جائیں ایسے لوگ نہ صرف اپنی مستورات کے، بلکہ اپنی نسلوں کے، اور خود اپنے دشمن ہیں کہ اطلب العلم من المہد الی اللحد یعنی علم پیدائش کے وقت سے لیکر مرنے کے وقت تک حاصل کرو۔ اس میں نہ تو مرد و عورت کی کوئی تخصیص ہے اور نہ تعلیم کا محدود ہونا ثابت ہے۔ اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تعلیم نہ تو کسی مذہب نے محدود کی ہے اور نہ کسی قانون

نے. بلکہ ہماری ذہنیتوں پر اس قدر ظلمت چھا گئی ہے اور ہمارے محسوسات اس بُری طرح زنگ آلود ہو رہے ہیں کہ گویا ہماری آنکھوں کا نور اور ہمارے ادراک و احساس کی تمام طاقت ہم سے چھین لی گئی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں، سنتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کی تعلیم محدود نہیں، بایں ہمہ کبھی نہیں دیکھتے، کبھی نہیں سنتے، اور کبھی نہیں سمجھتے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ذھب اللہ بنورھم و ترکھم فی ظلمات لا یبصرون۔ یعنی خدا نے اُن (ہم) لوگوں کی آنکھوں کا نور سلب کر لیا ہے، اور اُنکو تاریکی میں چھوڑ دیا ہے، اب ان کو کچھ نظر نہیں آتا۔ اس کے ثبوت میں یہ آیت ہم پر صادق آتی ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں صُمٌّ بُکمٌ عُمیٌ فھم لا یرجعون۔ یعنی گونگے، بہرے اور اندھے ہو گئے ہیں ہماری ذلت و پستی کا سب سے بڑا سبب مسلم مستورات کی تعلیم کا فقدان ہے اس لئے کہ ہماری نسلیں ہر وقت ضلالت و جہالت کی گودوں میں سانس لیتی رہتی ہیں، یہ اپنے بچوں کو تربیت نہیں دے سکتیں یہ اُن کو تعلیم کی خوبیاں نہیں بتا سکتیں یہ اُن کی پرورش کے طریقوں سے ناواقف ہیں اور یہ اُنکی صحیح تیمارداری سے عاجز ہیں پھر یہ سلیقہ شعاری سے بے بہرہ گروہ، لباس آرائی سے غیر مانوس فرقہ، اپنے خاوندوں کے دلوں کو بھی گرویدہ کرنا نہیں جانتا حتیٰ کہ یہ اس سے بھی بےخبر ہے کہ اس کی اور اس عورت کی پیدائش سے فطرت کا کیا منشا ہے؟

یہ کس کا قصور ہے، ظالم و بد دیانت مرد کا اور خود غرض و خود پسند مرد کا. کیا تمہیں نہیں معلوم کہ کل دوسری قوم کی عورت کہاں تھی؟

اور آج وہ کس منزل میں سانس لے رہی ہے؟ کیا تم اس سے بیخبر ہو
کہ وہ کل تم پر اور تمہارے نازک گروہ پر حکومت کرنے والی ہے؟
اس شان سے کہ اس کے ایک ہاتھ میں اس کے بنائے ہوئے قانون
کی ایک کتاب ہوگی اور دوسرے ہاتھ میں قلم۔ پھر وہ اس کتاب کے
قانون کی رو سے (خدا نکرے) تمہاری کتاب اللہ کے قانون کو منسوخ
کرنے کا حکم دے گی' تم سنو گے اور منہ تکتے رہجاؤ گے اور وہ اپنی اس
قلم سے تمہاری پیشانیوں پر قشقہ کھینچے گی اس طرح کہ کوئی تمہاری
تقدیر کے لکھے ہوئے کو بدل رہا ہے' تم دیکھو گے اور بے بسی کے عالم
میں کلیجہ پکڑ کر رہجاؤ گے۔ تمہاری اذانوں کی تکبیروں کو سمع خراشی سے
تعبیر کر کے تمہاری زبانوں پر تالے جڑے جائیں گے۔ تمہاری
سجدہ گاہوں کو مٹا کر شکدے بنا دیئے جائیں گے' اور تم پر حلال غذا بھی
حرام کردیجائے گی۔ یہ ہوگا وہ قانون جس سے تم بیخبر ہو۔ اور جس سے
آج میں تمہیں آگاہ کر رہا ہوں۔ مندرجہ صدر خطرات میں سے بعض خطرے
نمایاں بھی ہونے لگے ہیں اور جنھیں تم دیکھ اور سُن رہے ہو لیکن۔

کجا دانند حال ما سبک ساران ساحلہا

جن نادانوں نے تمہارے کانوں میں یہ پھونکدیا ہے کہ عورت
کو زیادہ نہ پڑھاؤ یا غیر زبان نہ سکھاؤ۔ اُنکے لبوں کو سی دینا چاہیئے
اور انکی زبانوں کو تراش ڈالنا چاہیئے۔ مسلم مستورات کی تعلیم میں یہ رکاوٹیں
کس نے ڈالیں؟ ہمارے علماء نے اس گروہ نے پردہ کے مسئلہ
کو پیش کر کے مسلمانان ہند کے دل و دماغ پر نقش کھینچ دیا ہے کہ
عورت کی دنیا پردہ کے اندر ہے اور بس۔ اس مسئلہ کا آج تک

صرف ایک ہی پہلو لیا گیا ہے اور وہ یہ کہ عورت کو ہر حال میں پردہ
کرنا چاہیئے، دوسرا پہلو دانستہ یا نادانستہ چھپایا گیا ہے اور وہ یہ کہ
ضرورت کے وقت عورت کو پردہ نہیں کرنا چاہیئے اس کے
اثبات میں یوں تو نوے فیصدی علما کی تحریریں آپ کو مل سکینگی،
لیکن طوالت کی وجہ سے میں چند مستند علماء کے نام مع انکی تفاسیر
کے بتا دینا چاہتا ہوں، تاکہ اس سے آپ اندازہ کرسکیں، اور اپنی صحیح
رائے قائم کرسکیں کہ علمائے ہند نے آپ کو کس بیدردی کے ساتھ
فریب میں مبتلا رکھا ہے اور یہ اس مسئلہ میں لکھتے کیا ہیں اور کہتے کیا

پردہ اور مشہور علماء اسلام کی تفاسیر کی نقول

میں اگرچہ عالم نہیں ہوں، اور نہ ہر مسلمان عالم ہو سکتا ہے
کہ یہ ناممکنات میں سے ہے تاہم وہ مسلمان جو قرآن کی کسی آیت
کا مطلب جانتا ہے اور وہ اس کی تفسیر سے کچھ واقف اور اسکے
شان نزول سے باخبر ہے، میرے نزدیک وہ اس آیت کا عالم ہے
قرآن کی زبان عربی ہے اور اس کا اردو میں ترجمہ علمائے
ہند نے کیا ہے۔ اس کی تفاسیر بھی اُردو زبان میں موجود ہیں
یہ کس لئے لکھی گئی ہیں؟ اس لئے کہ ہر وہ مسلمان جو عربی زبان
سے ناواقف ہے وہ اردو زبان میں قرآن کے مطالب و معانی
سے باخبر ہو جائے۔ یعنی اردو زبان میں قرآن و مسائل اسلامیہ
کا عالم بنجائے ۔ اگر یہ صحیح نہیں تو پھر تمام تراجم اردو فارسی
جاننے والوں کے لئے بیکار ہیں۔ اگر ایک عالم یہ کہے کہ تم قرآن کا

ترجمہ اور اس کی تفاسیر اردو میں پڑھ سکتے ہو لیکن اس کے معنی کی نزاکتوں سے واقف نہیں ہو سکتے تو میرے نزدیک یہ صحیح نہیں اس لئے کہ ترجمہ اور تفسیر میں تمام نزاکتیں موجود ہیں۔ اور ایک اردو فارسی جاننے والا اپنی زبان کی تمام نزاکتیں سمجھتا ہے۔ بالکل اسی طرح جس طرح ایک عالم عربی زبان کی نزاکتوں سے واقف ہوتا ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر تمام تراجم و تفاسیر بیکار رہیں۔

بہر نوع پردہ کے مسئلہ میں قرآن کی آیات کے معانی و مطالب جو کچھ ہیں۔ اُن سے یہ صاف متبادر ہے کہ عورت ضرورت کے اوقات میں چہرہ، ہاتھ اور پیر کھول سکتی ہے۔ چنانچہ ذیل کی عبارات آپ کی تسکین کیلئے پیش کی جاتی ہیں۔ اور اسی کے مطابق آپ ۹۰ فی صدی علمائے کے تراجم پائیں گے

لا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا

حضرت ابن عباس ما ظھر منھا کی تفسیر وجہ کفین کے ساتھ کرتے ہیں یعنی ضرورت کے وقت عورت اپنا چہرہ اور ہاتھ کھول سکتی ہے لیکن حضرت ابن مسعود سے اس کی تفسیر ثیاب و جلباب کے ساتھ منقول ہے یعنی کپڑے و چادر۔

امام فخرالدین رازی کی تفسیر کبیر میں آیت مندرجہ صدر کے معنی زینت سے مراد بدن نہیں ہے بلکہ زیورات و آرائش کی چیزیں اس کے ثبوت میں وہ اس آیت کو پیش کرتے ہیں۔

ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن "یہاں زینت کے معنی صاف طور پر زیور کے ہیں، کیونکہ پیر مارنے سے زیور

ہی بچ سکتا ہے ولا یضربن بخمرہن علی جیوبہن - اس کے معنی سے ظاہر ہے کہ عورت کو دوپٹہ سے سینہ خاص طور پر ڈھکنا چاہئے۔

امام رازی صاحب لکھتے ہیں کہ الا ما ظھر منھا کی تفسیر اگر ان مفسرین کے قول کے موافق مان بھی لیا جاوے کہ جو بدن کے اعضا کی خوبصورتی کو زینت میں شامل کرتے ہیں تب بھی ہاتھ پیر اور چہرہ ضرورتاً کھولنا جائز ہے۔

مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں کہ آیت وقرن فی بیوتکن اور آیت واذا سألتموھن متاعاً بس تو عورتوں کو اپنی ذات کا چھپانا واجب کیا گیا ہے کہ اجنبی مردوں کے سامنے کسی طرح نہ آئیں اور اصلی حکم بھی یہی ہے لیکن مجبوری کی حالت میں آیت یدنین علیھن من جلابیبھن عورتوں کو مردوں کے سامنے آنے کی اجازت دیگئی مگر چادر گھونگھٹ وغیرہ سے بدن کا چھپانا واجب کیا گیا۔ پھر ایسی عورتوں کو جنکے پاس نوکر یا خادم نہ ہوں گھر سے باہر ایسے کاموں کی ضرورت واقع ہوتی ہے جو ہاتھ سے کئے جاتے ہیں اور اس حالت میں ہاتھوں کے چھپانے میں دشواری ہوتی ہے پھر گھر سے باہر کام کرنے کے وقت اس کام کو آنکھوں سے بھی دیکھنے کی حاجت ہوتی ہے اور گھونگھٹ سے منہ چھپا کر کام کو دیکھنا دشوار ہوتا ہے ایسی مجبوری کی حالت میں آیت الا ما ظھر منھا کی تفسیر مشہور کی بنا پر صرف چہرہ اور ہتھیلیاں کھولنے کی اجازت دیگئی ہے اور باقی تمام بدن کا چھپانا واجب کیا گیا۔ لا یبدین زینتھن کا یہی مطلب ہے کیونکہ زینت سے مراد تمام بدن ہے"

پھر لکھا ہے کہ جوان عورتوں کو اجنبی مردوں کے سامنے چہرہ اور ہاتھ کھول کر آنے کی اجازت اس حالت کے ساتھ مخصوص ہے جبکہ اُن کے چھپانے میں تنگی وتکلیف ہو اور بعض علماء نے پیروں کو بھی ہاتھوں پر قیاس کیا ہے۔ اور ان کے کھولنے کی بھی اجازت ہے

مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی:۔ وجہ کفین یعنی چہرہ و ہاتھ کشف فی نفسہ کے تحت میں بتاتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ اگرچہ کشف فی نفسہ میں بھی خطرہ ہے مگر خطرہ بعیدہ ہے اور ضرورت شدید۔ لہذا بضرورت یہ مستثنیٰ ہے۔ جیسے کپڑے یا وہ آرائش جس کا تعلق وجہ وکفین سے ہے جیسے انگوٹھی، آرسی، چھلا، مہندی، مسّی، سرمہ، پان، ٹیکہ، اور افشان وغیرہ اور جبکہ یہ مستثنیٰ ہیں تو تبعًا والتزامًا اس کے مواقع یعنی وجہ وکفین بھی مستثنیٰ ہونگے۔ مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ وجہ کفین اور انکے متعلق آرائش کو لوگوں کے روبرو کھولیں۔ بلکہ مطلب صرف اس قدر ہے کہ فی نفسہٖ انکو کپڑوں میں چھپانے کی ضرورت نہیں"

پھر فرمایا کہ الاما ظھر منھا میں صرف عورتوں کو فی نفسہ چہرہ اور ہاتھ کھولے رہنے کی اجازت ہے تاکہ دوسرے اعضاء کی طرح اُنکے چھپانے کے اہتمام سے ان کو زحمت اور تکلیف نہ ہو۔ اس میں دوسروں کے سامنے چہرہ و ہاتھ کھولنے کا عدم جواز سے تعرض نہیں ہے۔ کیونکہ عورت کے جملہ اعضا و متعلقات فی نفسہ قابل ستر ہیں لیکن وجہ وکفین سے اسقاط ستر فی نفسہ بوجہ ضرورت کے ہے

شاہ ولی اللہ صاحب کی ایک فارسی کی تفسیر سے میں نے

جو نقل کی ہے وہ درج ذیل ہے۔

لا یبدین نہ ظاہر سازند ذینتھن آرائش خود را
از پیرائہا وجا ہہا ورنگہا وجز آن الا ما ظھر
مگر آنچہ ظاہر شود منہا ازاں بوقت ساختن کار باچوں
خاتم واطراف ثیاب وکحل در عین وخضاب در کف
وگفتہ اند مراد از زینت مواضع آلنست پس مستثنٰی
وجہ باشد وکفین۔

مولانا شاہ عبدالقادر صاحب الا ما ظھر کی تفسیر اسطرح کرتے ہیں

مترجم حمائل مطبوعہ آگرہ اخبار — سنگار میں سے کھلی چیز یا ایسی چیز کو کہا جیسے چٹے کپڑے یا نئی پاپوش یا یہ کہا کہ عورت کو منہ تھوڑا سا اور ہاتھ کی اُنگلیاں اور پاؤں کا پنجہ کھولنا درست ہے ناچاری کو پھر ہاتھ کی مہندی کھلے گی یا آنکھ کا کاجل یا اُنگلی کا چھلاّ۔

مولانا شاہ رفیع الدین۔ زینت میں سے ایسی چیز جیسے سفید کپڑے اور نئی پاپوش یا یہ کہا کہ عورتوں کو تھوڑا سامنہ اور ہاتھ کی انگلیاں اور پاؤں کا پنجہ ضرورتاً کھولنا جائز ہے۔ اسی کے لئے ہاتھ کی مہندی کھلے گی یا آنکھ کا کاجل یا اُنگلی کا چھلاّ۔ — مطبع کریمی بمبئی

یہاں تک تو قرآن کی اس آیت کے تراجم وتفاسیر درج کئے ہیں اب ہدایہ و دیگر عربی احادیث کے تراجم بھی ملاحظہ ہوں۔

ولا یجوز ان ینظر الرجل الی الاجنبیۃ الا الی وجھہا
مرد کو جائز نہیں کہ غیر عورت کی طرف دیکھے سوائے چہرہ اور دو پنجوں

وکفیہا لقولہ تعالےٰ۔ ولا یبدین الا ما ظہر منہا
انکے مطابق قول اللہ تعالیٰ کے کہ نہ ظاہر کریں اپنی زینتوں کو مگر جو ظاہر ہے

قال علی و ابن عباس رضی اللہ عنہما ما ظہر منہا الکحل
کہا حضرت علیؓ و ابن عباسؓ نے کہ مراد ما ظہر سے چہرہ اور منہ اور ہاتھ

والخاتم والمراد موضعہما وھو الوجہ والکف کما ان المراد
کی انگلیاں ہیں جیسا کہ مراد زینۃ سے مقامات زینت مراد ہیں اسواسطے کہ ظاہر کرنے

بالزینۃ المذکورۃ مواضعہا ولان فی ابداء الوجہ
چہرہ اور پونچے میں ضرورت ہے عورت کو اپنی حاجت کے واسطے

والکف ضرورۃ لحاجتہا الی المعاملۃ مع الرجال اخذ
مردوں کے ساتھ لین دین میں اور اس کے علاوہ اس عبارت

واعطاء وغیر ذلک وھذا تنصیص علی انہ لا یباح
سے تصریح ہے پیر کی طرف دیکھنا مباح

النظر الی قدمہا۔
نہیں ہے

وعن ابی حنیفۃ رہ انہ یباح لان فیہ بعض الضرورۃ
امام ابو حنیفہؒ سے روایت ہے کہ مباح ہے کہ دیکھنا پیروں کا

وعن ابی یوسف رہ انہ یباح النظر الی ذراعیہا ایضا
اس واسطے کہ اس میں ضرورت ہے امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے کہ عورت کی

لانہ قد یبدو منہا عادۃً۔
کلائیوں کی طرف بھی دیکھنا مباح ہے کیونکہ عادۃً عورت سے ظاہر ہوتی رہتی ہے

ھدایہ جلد ۴ ۔ صفحہ ۴۵۶ کتاب الکراہیۃ

حضرت علی کرم اللہ وجہ جنکو باب العلم کہا گیا ہے اور جو درحقیقت
علم کے سمندر تھے، حضرت ابن عباس جو مشہور و معروف راوی گذرے

ہیں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جو سنیوں کے امام ہیں نیز انکے شاگرد رشید امام ابویوسف صاحب پردہ کے متعلق صاف صاف کہتے ہیں کہ مسلم مستورات کو قیدی نہ سمجھو کہ یہ مردوں سے لین دین بھی کرتی ہیں۔ امام ابویوسف صاحب کا تو فرمانا ہے کہ عورت اپنی کلائیاں تک کھول سکتی ہے۔

ھدایہ جو سنی مسلمانوں کے لئے مستند کتاب ہے اس کا لفظی ترجمہ آپکی نگاہوں کے روبرو ہے اس سے آپ اندازہ کرلیں کہ اسلام نے اور بانیان اسلام نے اپنی عورت کو کس قدر آزادی دے رکھی تھی؟ آج یورپ و امریکہ اور دنیا کی ہر عورت ہر ہر شعبہ میں کام کرتی ہے؛ اور آپ کی عورت باوجود اسلامی قانون ہونے کے مجبور ہے۔

آہ! آج اگر شاہ امان اللہ خان غازی کابل کے تخت پر متمکن ہوتے تو نہ صرف افغانستان کی مسلم مستورات کا شمار ٹرکی ایران و مصر کی مسلم مستورات سے کیا جاتا' بلکہ ہندوستان کا گروہِ لطیف بھی انہیں میں شمار ہونے لگتا. مگر افسوس کہ علمائے افغانستان نے منفعت مادی ہی کو پیش نظر رکھا لیکن اسلام کے مستقبل کو بھلا دیا۔

ترجمہ از عربی

اس کی اجازت نہیں کہ مرد عورتوں کے چہرے اور ہاتھ کی ہتھیلیوں کے سوائے کچھ اور دیکھیں بس اسی قدر اجازت ہے۔کیونکہ عورتوں کا کام کاج سے تعلق ہے اور یہ تعلق مردوں سے لین دین وغیرہ کا ہوتا ہے' پس اگر بدن کے یہ حصے بھی پوشیدہ کئے جائیں تو بڑی

دشواری ہوگی۔ پس ضرورت ہے کہ یہ حصے کھلے رہیں۔

(ہدایہ کتاب چہار دہم۔ باب ۲۔ فقرہ ۱)

امام فخر الدین رازی صاحب آیۃ الا ما ظہر منھا کے متعلق قفال کی سند پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس کی تفسیر یہ ہوتی ہے الا ما ظہر الانسان فی عادۃ جاریۃ وذلک فی النساء وجہ مگر وہ جو کہ ظاہر کرے انسان اپنی عادت میں اور یہ عورتوں کے لئے چہرہ اور پونچے والکفان۔

ہیں۔ اس کا مفہوم یہ ہے۔

کہ انسان کی عادت میں فی نفسہ جو چیز ظاہر ہو سکتی ہے وہ عورتوں کے درمیان چہرہ اور ہاتھ کی ہتھیلیاں اور پیر کا پنجہ ہے۔

(زمخشری کشاف) کفا یین اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ الا ما جرت العادۃ والجبلۃ علی ظہورہ اس کے مفہوم سے بھی صاف متبادر ہے کہ عادۃً اور جبلۃً جو چیز ظاہر ہوتی ہے ظاہر کی جا سکتی ہے۔

نمبر ۱ عرب میں چونکہ اکثر مسلم مستورات تجارت کرتی تھیں اور یہ تجارت مردوں سے تعلق رکھتی تھی، اس لئے چہرہ اور ہاتھ پیر کھلے رہتے تھے۔ (مؤلف)

میں نے یہاں مثال کے طور پر چند علمائے کرام کی تفاسیر کی نقول درج کی ہیں ان کے علاوہ اگر آپ کا دل چاہے کہ دنیا کے اور عالموں کی تفاسیر بھی دیکھنی چاہئیں۔ تو آپ کو اختیار ہے۔ میں آپ کو اتنا بتائے دیتا ہوں کہ ہندوستان کے تقریبًا تمام علماء کی تفاسیر کا مفہوم و معنی مندرجہ صدر تفاسیر کے موافق ہیں اور تمام کا اتفاق اس پر ہے کہ ضرورت کے وقت

عورت اپنا چہرہ اور ہاتھ اور پیر کھول سکتی ہے (امام اکبر آبادی)

اب سوال ہے ضرورت کا اس کا آپ کو ٹھنڈے دل تجزیہ کرنا چاہیئے کہ آیا آج ہم مسلمانانِ ہند کو ضرورت ہے یا نہیں کہ وہ والمومنون والمومنات کے تحت میں مسلمان عورت کو اپنا معاون و مددگار بنائیں ایک طرف مسلمانوں کی گذشتہ شان و شوکت، اسلام کا گذرا ہوا جاہ و جلال، اور مسلم مستورات کا اپنے مردوں کے ساتھ تاریخی تعاون کا مطالعہ اور دوسری طرف موجودہ زمانہ کا خطرناک تنزل پیش نظر رکھئے، پھر ایک طرف غیر قوم کی کثرتِ تعداد، کثرتِ مال، اور کثرتِ تعلیم پر غور کیجئے۔ اور دوسری طرف اپنی قلتِ تعداد، قلتِ مال اور قلت تعلیم کو دیکھئے۔ پھر سو دو سو یا پانچ سو برس کو چھوڑ دیئے آج سے پچاس برس پہلے ہی کا اندازہ لگائیے کہ مسلمان کیا تھے اور اب کیا ہیں؟ ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھکر میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ مسلمان عورت کو ضرورت درپیش ہے یا نہیں کہ وہ مسلمان مرد کی مددگار بنیں؟ کیا چہار دیواریوں کے اندر بیٹھکر؟ خدا کہتا ہے کہ تم مسلمان عورت کو اپنا مددگار بناؤ؟ لیکن تم نہیں سنتے۔ وہ کہتا ہے کہ تم اس کی مدد کرو لیکن تم نہیں کرتے۔ اور کیونکر کر سکتے ہو کہ تم ابھی ضرورت کو ضرورت نہیں سمجھتے؟ کیا ضرورت نہیں کہ جاہل مسلم لڑکیوں کو ابتدائی تعلیم کے بعد اعلیٰ و متوسط تعلیم دلائی جائے ایسی حالت میں جبکہ تین کروڑ مسلم مستورات میں سے صرف ۲۳ عورتیں گریجویٹ ہیں؟ کیا ضرورت نہیں کہ مسلم مستورات زنانہ مدارس میں معلمات کا کام انجام دیں، ایسی صورت میں جبکہ عیسائی و ہندو معلمات

کی شاگردی میں اکثر مسلم لڑکیاں عیسائی و آریہ بنجاتی ہیں؟ کیا ضرورت نہیں کہ مسلمان لڑکیاں باقاعدہ نرسری (دایہ گیری) و ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرکے زنانہ ہسپتالوں میں کام کریں ایسی حالت میں جبکہ غیر مسلم نرسوں اور ڈاکٹرنیوں کی نگرانی میں لاکھوں مسلمان لڑکے اور لڑکیاں ضائع ہو جاتے ہیں؟ کیا ضرورت نہیں مسلمانوں کو کہ وہ ضرورت کے وقت اپنی مستورات کو تازہ ہوا میں باہر لیجائیں' ایسی ضرورت میں جبکہ آج بلا تازہ ہوا کے ۹۵ فی صدی گھروں کی مستورات مرض دق میں مبتلا ہیں؟ اور کیا زمانہ ارتقا سے تدریجی کو مدنظر رکھکر ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ مسلم عورت اپنے مذہبی اسٹیج پر آکر زمانہ سلف کی مسلم مستورات کی تاریخ کو دہرا دیئے؟ اگر آپ کے نزدیک یہ تمام ضروریات' ضرورت میں شامل نہیں' تو آپ کی سمجھ پر آپ کے دماغ پر اور آپ کے مذہبی پیشواؤں پر ماتم کرنا چاہیئے؛ اور ہدایت کے لئے دعا کہ "رب زدنی علما"

(**نوٹ**) ضرورت کے اوقات میں تمام علما نے اجازت دی ہے کہ مسلمان عورت اپنا چہرہ' ہاتھ اور پیر کھول سکتی ہے۔ مگر یہ اجازت تحریروں میں درج ہے لیکن زبان سے کہتے ہوئے ڈرتے ہیں بقول غالب

جانتا ہوں ثواب طاعت زہد ۔۔۔ پر طبیعت ادھر نہیں آتی

پردہ قل للمومنت یغضضن من ابصارھن یہ کلام پاک کی آیت شریفہ کا ایک ٹکڑا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ (اے رسول) مسلمان عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ بند کریں آنکھیں اپنی" آنکھیں بند کرنے سے یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنی آنکھیں میچ لیں۔ بلکہ شرم وحیا سے مراد ہے جو عورت کا فطری حصہ ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ چہار دیواری کے اندر رہ کر وہ کس سے آنکھیں بند کرے؟ کیا خاوند سے؟ یا باپ بھائی بھانجہ سے؟ یا ان محرموں سے جن سے نکاح و پردہ جائز نہیں؟ اس سے صاف ظاہر ہے کہ عرب میں زمانہ اسلام میں عورت باہر نکلتی تھی، اس لئے یہ حکم ہوا کہ وہ غیر محرموں سے حیا کریں اور آنکھ سے آنکھ نہ ملائیں۔ اسی آیت کا دوسرا ٹکڑا یہ ہے کہ

ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا۔ اور نہ ظاہر کریں وہ اپنی زینتوں کو مگر جو ظاہر ہے اس میں سے" مفسرین نے اکثر و بیشتر اس کی تفسیریوں کی ہے کہ عورت ضرورت کے وقت اپنا چہرہ ہاتھ پیر کھول سکتی ہے اس آیت کا پہلا ٹکڑا گویا خبر ہے اور دوسرا مبتدا۔ اگر اس خبر اور مبتدا کو ملا دیا جائے تو اس کا صاف صریح مطلب یہ ہوگا کہ عورت شرم و حیا کے ساتھ اپنا چہرہ ہاتھ اور پیر کھول سکتی ہے۔ اگر نہیں تو پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر عورت کس لئے اور کس سے آنکھیں بند کرے؟ محرموں سے پردہ جائز نہیں اور غیر محرم گھر دل

گھروں میں نہیں آ سکتا۔ پھر آنکھ بند کی جائے تو کس سے۔

یہاں ایک معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ حکم محرموں کیلئے مخصوص ہے ورنہ کیا عورت محرموں سے بے شرم ہو جائے اور غیر محرموں سے شرم و حیا کرے؟ نہیں بلکہ باپ، بھائی اور خاوند سے بھی شرم ضروری ہے اور اس آیت کا یہی مدعا ہے۔

اگر یہ سچ ہے تو اول تو اس آیت میں محرم و غیر محرم کا کوئی ذکر نہیں۔ دوسرے مرد کو یہ حکم کیوں دیا گیا کہ قل للمومنین یغضوا من ابصارھم (اے رسول) کہہ دے مسلمان مردوں سے کہ وہ بند کریں آنکھیں اپنی۔

اب فرمایئے کہ باہر کے آنے جانے والے مرد کو، گھر میں بیٹھنے والی عورت کے مطابق کیوں حکم دیا گیا؟ اگر یہ حکم بھی محرمات کے تحت میں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ مسلمان مرد وہ مسلمان عورت جو باہم محرم رہیں آپس میں شرم و حیا کریں۔

لیکن آگے چل کر نبی کریمؐ کی مستورات کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض و قلن قولا معروفا یعنی (اے نبی کی عورتو) تم نرمی کے ساتھ بات مت کرو اس شخص سے کہ جس کے دل میں بیماری ہے (بلکہ) سیدھی بات کرو۔" اس کا مفہوم یہ ہے کہ عورت کو مرد کے ساتھ ایسے لہجہ میں بات کرنی چاہیئے جس سے مرد کو کسی قسم کی طمع و حرص کی جرأت نہ ہو سکے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ باپ بھائی، چچا تایا۔ یعنی محرم جن سے نکاح و پردہ جائز نہیں، کیا اس کے دل میں اپنے

حرم کے ساتھ کھوٹ ہوسکتی ہے ؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں کہ قانون فطرت کے خلاف ہے تو پھر نبیؐ کی عورتوں کو یہ حکم کن مردوں کے لئے دیا گیا تھا اور وہ کس سے نرمی سے بات کریں ؟

باپ کے دل میں بیٹی کے لئے۔ بھائی کے دل میں بہن کیلئے اور بیٹے کے دل میں ماں کے لئے ناممکن ہے کہ کوئی کھوٹ یا کوئی بیماری پیدا ہوسکے پھر یہ کون لوگ ہیں ؟ کیا وہ عزیز و اقارب جو غیر محرم ہیں اور جو ہمارے گھروں میں آتے جاتے رہتے ہیں اور جو ہمارے حرم سے بات چیت کرتے ہیں ؟ اگر یہ ہوسکتے ہیں تو دنیا کے ہر غیر محرم سے بات کرنی جائز ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ہر غیر محرم ایک ہی درجہ میں ہے پھر جب بانئے اسلام کی مستورات کو بات کرنے کا حکم ہے تو دوسری مسلمان مستورات کو کیوں نہیں ہوسکتا جبکہ ان سے عزت و شرافت غیرت و حمیت میں بڑھکر نہیں ؟ اور ان سے زیادہ محتسب نہیں

مندرجہ صدر آیتوں کے مطالب و معانی سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمان عورت ضرورتاً اپنا چہرہ اور ہاتھ پیر بھی کھول سکتی ہے اور غیر محرم سے بات بھی کر سکتی ہے اور درحقیقت یہ ہے کہ مذہب اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو انسانی فطرت کے موافق ہے اور جس نے مسلمان عورت کو وہ حقوق اور صحیح آزادی عطا کی ہے کہ دنیا کے کسی مذہب نے عطا نہیں کی لیکن اس سے فائدہ حاصل نہ کرنا ہمارا قصور ہے۔

ٹرکی، ایران، مصر اور افغانستان کا وہ حصہ جس پر چمکتے ہوئے سورج کی شعاع اولین پڑ چکی ہے، اپنے حرم کو ہندوستان کے مسلمانوں کی طرح مقید نہیں رکھتے۔ معلوم نہیں وہاں کا قرآن کونسا ہے اور وہاں کے

مسلمان کیسے ہیں؟

فروعات اکثر کہا اور سنا جاتا ہے کہ مسلمان عورت کو اس قدر پردہ کرنا چاہیئے کہ غیر محرم اس کی آواز بھی نہ سن سکے۔ اور اس کے جسم کا کوئی حصہ بھی نہ دیکھ سکے اور یہ کہ اسے ایک نابینا سے بھی پردہ کرنا چاہیئے چنانچہ پردہ کے دعویدار یہ روایت ہر موقع پر پیش کرتے رہتے ہیں۔ کہ ایک نابینا جب حضرت کے گھر میں داخل ہوا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس سے پردہ نہیں کیا۔ اس پر حضرتؐ نے فرمایا کہ تم کو پردہ کرنا چاہیئے۔ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ یہ تو نابینا ہے۔ فرمایا تم تو بینا ہو۔

پس عورت کی آواز سننے نہ سننے کے متعلق تو بائیسویں پارہ کی آیت کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اور عضو کی نمائیگی کے متعلق اٹھارویں پارہ کی آیت دیکھنا چاہیئے معلوم ہوجائیگا۔ کہ مفسرین کیا لکھتے ہیں۔ لیکن نابینا سے پردہ کرنا اسی آیت کے تحت میں ہے جس کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ اے رسولؐ مسلمان عورتوں سے کہدے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ اور نگاہیں نیچی رکھنے یا بند کرنے سے مراد ہے شرم و حیا۔ پس ایک نابینا مرد کو بھی ایک بینا عورت گھور کر یا غور کر کے نہیں دیکھ سکتی۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ ایک بینا مرد ایک نابینا عورت کو غور سے نہیں دیکھ سکتا یہ ہیں وہ فروعات جو عام لوگوں کی یا تو سمجھ سے مافوق ہیں۔ یا سمجھانے والوں نے ان کو غلط سمجھایا اور نفس مطلب کو خود نہیں سمجھا۔

چونکہ مندرجہ صدر آیات سے مسلمان عورت کو اسلام نے صحیح آزادی عطا کی ہے۔ پھر کیا وجہ کہ ان کو اس برقعہ کے ساتھ جس کی نقاب

الٹی ہوئی ہو، یا اس لباس کے ساتھ جس میں کافی پردہ ہو زنانہ اسکول و مدارس میں بھیجنے سے احتراز ہے؟ اور اعلیٰ تعلیم سے گریز۔ وہ اسکول و مدارس جہاں صرف عورتیں ہی معلمات ہوتی ہیں عورتیں ہی دربان ہوتی ہیں اور متعلمات کے سوا وہاں کسی مرد کا گذر نہیں ہوسکتا۔

بس اگر آج آپ محسوس کرتے ہیں کہ اسلام اسی مصیبت میں مبتلا ہے اسے جنگ کی ضرورت ہے۔ اور اسی خطرناک منزل سے گذر رہا ہے، جس مصیبت اور جس منزل سے آغاز اسلام میں گذر رہا تھا تو رحم کرو اپنے فرقہ اناث پر۔ اور علاج کرو اپنے اس مفلوج بازو کا تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہندوستان اندلس بنکر رہ جائے۔

یہ کہنے والے کہ تعلیم یافتہ عورت آوارہ ہو جاتی ہے یہ دعویٰ کرنیوالے بے پردہ عورت آزاد ہو جاتی ہے اور یہ کہ ایسی تمام مستورات کا کیریکٹر خراب ہو جاتا ہے کیا اس کا جواب دینگے کہ کسی تعلیم یافتہ عورت کو آپ نے سر بازار کوٹھوں پر دیکھا ہے؟ کیا کسی گریجویٹ عورت کا پیشہ انسانیت سوز ہے؟ کیا میلے تماشوں اور زیارت گاہوں کے مردانہ ہجوم میں کسی تعلیم یافتہ عورت کے اعضاء کو مس ہوتے دیکھا ہے؟ پھر میں پردہ کے دعویداروں سے پوچھتا ہوں کہ انکے کتنے گھر ایسے ہیں جن میں انکے غیر محروم عزیز و اقارب نہیں آتے؟ اور کتنے ہیں اور کتنے ہیں اُن غیر محرم اقارب سے انکی مستورات بات چیت نہیں کرتیں؟ یہ کیا ہے کہ تم جاہلانہ روش کے ساتھ بے پردگی پسند کرتے ہو، پر انسانیت کے طریقہ سے اس سے بھاگتے ہو۔

اگر ان علماء کے فتوئے کفر کے باعث مسلمان انگریزی تعلیم سے

قطعاً نا آشنا ہوتے تو دفاتر میں کونسلوں میں اور گول میز کانفرنس میں مسلمانوں کے جذبات کی صحیح ترجمانی کون کرتا؟ اسی طرح جب دیگر اقوام کی عورت کل انہیں مجالس میں اپنے حقوق اپنی بولی میں طلب کرے گی تو تمہارے نسوانی فرقہ کے حقوق کون طلب کرے گا اور کس بولی میں کرے گا؟

چونکہ میں اپنے مقصد بحث سے کسی قدر دور چلا گیا اس لئے میں پھر کہتا ہوں کہ بحث ہے پردہ کی اور پردہ کا نفس مدعا یہ ہے کہ عورت کے اعضا مخصوصہ نمایاں نہ ہوں جس کے لئے بے نقاب برقعہ یا ایسا لباس جو ساری کی قسم سے ہو کافی ہے اگر آپ کو خدا نے اتنی وسعت دی ہے کہ آپ اپنی عورتوں کو اپنے ہمراہ تازہ ہوا کے لئے باہر لے جانا چاہیں تو مندرجہ صدر لباس میں لے جا سکتے ہیں اس لئے کہ تازہ ہوا آپ ہی کا حق نہیں بلکہ خدا کی یہ نعمت عورت کا بھی حق ہے۔ اگر آپ اسلامی تعلیم کے بعد یا ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم مسلمان عورتوں کو دینا چاہیں تو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کے لئے اسکولوں اور کالجوں میں ان کو بھیج سکتے ہیں کہ آج دنیوی ترقی کے لئے یہی مرکز ہے۔"

مسلم مستورات کے کارنامے

یوں تو تقریباً ہر زمانہ میں مسلم مستورات نے مختلف حیثیتوں میں نمایاں کام کئے ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ ازواج مطہرات اور اکابر صحابیات نے وہ وہ اہم کام انجام دیئے ہیں جو ہماری مستورات کیلئے اسوۂ حسنہ بھی بن سکتے ہیں اور ان کو موجودہ دور انتقا کی انتہائی منزل تک بھی پہونچا سکتے ہیں لیکن بد قسمتی سے افراط و تفریط نے ہمارے دماغوں پر پورانی کیفیت طاری کر رکھی ہے:

ایک گروہ کہتا ہے کہ عورت کو اس قدر پردہ کرنا چاہیئے کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہ آسکے اس کی آواز کوئی سُن نہ سکے؛ حتیٰ کہ اسکے کپڑے بھی دھوبی کی نظر نہ پڑ سکیں یعنی اسکو ایک بیگناہ قیدی کی طرح چہار دیواری میں مقید رکھا جائے۔ ظاہر ہے کہ اس طریقہ سے عورت کی تعلیم و صحت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ دوسرا گروہ کہتا ہے کہ عورت کو مثل مردوں کے آزاد رہ کر زندگی بسر کرنی چاہیئے انکے خیال میں عورت مردوں سے شیک ہینڈ (مصافحہ) بھی کر سکتی ہے اور ڈانس (رقص) بھی ضرورتاً یا بلا ضرورت، مردوں کی پارٹیوں میں اور دیگر مجالس میں شریک بھی ہو سکتی ہے اور بلا اپنے مردوں کے تنہا غیر مردوں سے ملاقات بھی کر سکتی ہے

میرے نزدیک دونوں گروہ غلطی پر ہیں۔ البتہ تیسرا گروہ صحیح راہ اختیار کئے ہوئے ہے یعنی یہ چاہتا ہے۔ چاہتا ہی نہیں بلکہ اس پر عامل بھی ہے کہ عورت کو اسلامی تعلیم کے ساتھ یا اس کے بعد اعلیٰ تعلیم بھی حاصل

کرنی چاہیئے خواہ وہ انگریزی ہو یا کوئی اور زبان۔ عورت کو نہ تو قیدی کی طرح رکھنا چاہیئے اور نہ آزاد پرند کی طرح۔

اس میں شک کرنا گویا اپنے تئیں دھوکہ دینا ہے کہ زمانہ کی موجودہ فضا کسی کے بدلنے سے تبدیل ہو جائیگی مغربی سیلاب جو سب کو بہائے لئے جا رہا ہے۔ ہمیں بھی نہیں چھوڑ سکتا جس طرح قیامت کے آنیکا یقین ہے اسی طرح موجودہ فضا کا تمام دنیا پر مسلط ہونیکا یقین کرنا چاہیئے یہ ظاہر ہے کہ آج سے سو برس پہلے کا جو مسلمان تھا وہ پچاس برس بعد کا نہ تھا جو آج ہے وہ پچاس سال بعد کا مسلمان نہ تھا اور جو پچاس برس بعد کا ہوگا وہ آج نہیں پس جو بات تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور کانوں سے سن رہے ہو کہ ہونیوالی بات ہو کر رہے گی۔ پھر آج اسی کے شروع کر دینے میں کیا نقصان ہے۔ وہ لوگ جو عورت کی موجودہ خستہ حالت کو بدلنے کے خلاف ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ کیا تمہاری آئندہ نسلیں بھی تمہارے ہی خیال کی پیرو ہونگی؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر کیوں جہالت کی زنجیریں نہیں توڑی جاتیں۔

جس طرح پنکھڑیاں نسیم کے ایک ہلکے جھونکے سے ہل جاتی ہیں۔ جس طرح شعاع مہر، نگاہ آئینہ کے پار ہو جاتی ہے اور جس طرح لوئے گل ایک لطیف دماغ ہی کو محسوس ہو جاتی ہے ٹھیک اسی طرح عورت کا حال ہے یعنی مذہبیات کے معاملہ میں عورت کی ذہنیت مرد سے زیادہ سریع الحس واقع ہوئی ہے مذہبی تعلیم کا جو اثر عورت کے نرم و نازک دل پر ہوتا ہے۔ وہ مرد کے سنگین دل پر نہیں ہوتا۔ اس لئے میرا یقین ہے کہ اگر عورت کو مذہبی تعلیم کے ساتھ یا اس کے بعد دنیا کی خواہ کوئی تعلیم بھی

دیجائے اور خواہ کتنے ہی اعلیٰ پیمانہ پر دیجائے' مذہبی تعلیم کا اثر جو اس کے دل و دماغ میں سرایت کرچکا ہے زائل نہیں ہوسکتا اور جب زائل نہیں ہوسکتا تو پھر کوئی خطرہ بھی باقی نہیں رہ سکتا۔

عورت کی لطافت طبع اور سریع الحسی (مذہبی معاملات میں) اگر غور سے تجزیہ کیا جائے تو آپ پر روشن ہوجائیگا کہ نبی کریم کی تعلیم سے جو ہستی سب سے پہلے متاثر ہوئی یعنی جس نے اسلام قبول کرنے میں سب سے پہلے سبقت کی وہ ایک عورت ہی تھی یعنی حضرت خدیجہؓ۔

ابتدائے اسلام میں اشاعت اسلام کے لئے جس ہمت و شجاعت کی ضرورت تھی وہ ظاہر ہے کفار کے غلبہ میں توسیع اسلام کی اشاعت میں زبان کو حرکت دینا دلیری کا کام تھا لیکن اس راہ میں جہاں چند مردوں کے نام تاریخ کے اوراق پر ثبت ہیں وہاں حضور صلعم کے ساتھ ساتویں عورت بھی پیش پیش ہے یعنی حضرت عمار کی والدہ حضرت سمیہ اولین مبلغین میں سے ہیں

حضرت سمیہ نے جب اسلام قبول کیا تو کفار نے ان کو طرح طرح کی اذیتیں دینی شروع کیں، یہاں تک کہ ان کو لوہے کی زرہ پہناکر دھوپ میں عرب کی تپتی ہوئی زمین پر لٹادیا۔ تاکہ یہ اسلام سے باز آجائیں لیکن جب کفار کو اس میں بھی ناکامی ہوئی تو چچا ابوجہل نے ان کی ران میں ایک برچھی ماری جس سے یہ شہید ہوگئیں، اس منزل میں بھی مردوں سے عورت ہی آگے رہی یعنی سب سے پہلے شرف شہادت عورت ہی کو نصیب ہوا۔

مختصر یہ کہ مذہبی تعلیم عورت ہی پر جلد اور پختہ اثر کرلیتی ہے۔

اور اس کے بعد کوئی اثر غلبہ حاصل نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ مسلم مستورات نے عرب میں کیا کیا کارنمایاں کئے؟ اور اسلام نے ان کو کہاں تک آزادی دے رکھی تھی؟ اور آج اس آزادی کے معنی ہمنے کیا سے کیا سمجھ رکھے ہیں؟ اور اس سمجھ نے ہمیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے؟ ہماری ذہنیتیں تاریک ہوگئی ہیں اور ہمارے دماغ معطل سمجھانے والی ذمہ دار جماعت نے ایک تنکے کو ہمیں شہتیر سمجھایا ہے۔ اور ایک ذرہ کو پہاڑ، یعنی اس جماعت نے ہم سے یہ کہا کہ حضور نے عورت کو یہاں تک حکم دیا ہے کہ وہ ایک نابینا سے بھی پردہ کرے تو ہم نے اس بات کو بلا چون و چرا تسلیم کیا اور اس پر کبھی غور نہیں کیا کہ اس کا نفس مطلب کیا ہے؟ اگر اس مقدس گروہ نے ہمسے یہ کہدیا کہ تم اپنی عورتوں کی زبانوں پر تالے جڑ دو تیے تا کہیں غیر مرد آواز نہ سن لے ہم نے بلا کسی غور و فکر کے تالے بھی جڑ دئے ہیں لیکن کبھی اپنے دماغوں کو تکلیف نہ دی کبھی اپنے ذہن کو رسا نہ بنایا اگر اُنھوں نے ظلمت کو روشنی اور روشنی کو ظلمت کہدیا ہم نے مان لیا۔

حالانکہ عرب میں بالکل اس کے برعکس تھا ملاحظہ ہو۔

جب کسی جنگ میں مسلمانوں کو فتح ہوتی تھی تو عرب کی کنواری بچیاں دف بجا بجا کر اکثر یہ شعر پڑھا کرتی تھیں۔

نحن جوار من بنی النجار یا حبذ محمدا من جار

ہم خاندان بنو نجار کی لڑکیاں ہیں محمد کتنے اچھے پڑوسی ہیں

شادی شدہ عورتیں دف کے ساتھ یہ اشعار گاتی ہیں۔

طلع البدر علینا من ثنیۃ الوداع

ثنیۃ الوداع کی گھاٹیوں سے چودھویں رات کا چاند طلوع ہوا ہے

وجب الشکر علینا ما دعی اللّٰہ داعی

جب تک دعا کرنے والے دعا کریں ہم پر خدا کا شکر واجب ہے

جب حضرت عائشہ صدیقہؓ نکاح کے بعد رخصت ہو کر آئیں تو بچیاں دف بجا بجا کر واقعات بدر کے متعلق اشعار گاتی تھیں، ان میں سے ایک نے جب یہ مصرعہ لگایا نمبر ا

وفینا نبی یعلم ما فی غد (ترجمہ) ہم میں ایک پیغمبر ہے جو کل کی بات جانتا ہے۔

تو آپ نے روک دیا اور کہا کہ وہی گاؤ جو پہلے گا رہی تھیں۔

عید کے روز معمولاً لڑکے اور لڑکیاں حضور صلعم کے روبرو آ کر گاتے اور بجاتے تھے لیکن آپ نے کبھی منع نہ فرمایا ۔۲

اس سے ظاہر ہے کہ ابتدائے اسلام ہی میں علم موسیقی سے مسلم عورت کو دلچسپی تھی نہ صرف دلچسپی بلکہ گانا بجانا زیر عمل تھا اس لئے کہ یہ ایک فن ہے لیکن اس فن کو جس بے دردی کے ساتھ پیشہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے اسکی نظیر نہیں۔

صحابیات سرمہ مہندی عطریات کے استعمال کے علاوہ چہرہ پر غازہ بھی ملتی تھیں اور رسک جو ایک قسم کی خوشبو ہے اکثر لگاتی تھیں حضرت عائشہ کو خوشبو اور مختلف الوان سے اس قدر شوق تھا کہ وہ اپنے رنگین ڈوپٹوں پر خوشبو لگا کر پانی کے چھینٹے دیا کرتی تھیں تاکہ اس کی خوشبو فضا میں پھیلکر دماغ کو معطر کرے۔

۱ کتاب النکاح باب ضرب دف فی النکاح ۲ بخاری کتاب العیدین۔

معلوم ہوا کہ ان کی معاشرت میں وہ تمام چیزیں شامل تھیں جن سے زندگی کو پرلطف بنایا جاتا ہے اور کیوں نہ ہو کہ جنس لطیف کی لطافت طبع کو ایسی چیزوں سے فطری انس ہے، اور اسلام انسانی فطرت کے موافق۔ اگرچہ یہ بہادر قوم مفلس تھی لیکن اس حالت میں بھی اپنی عورت کو مکمل ترین دیکھنا چاہتی تھی۔ جس طرح آج یورپ اپنے کام کے اوقات میں دوسری بات نہیں کرتا اور اپنے مشاغل جمیل کے لمحات کو دیگر مشاغل سے ملوث نہیں کرتا اور اسی کو اپنے لئے اپنے دماغ کے لئے مفید اور زندگی برقرار رکھنے کے لئے کامیاب سمجھتا ہے اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ عرب اپنی مستورات کو مکمل رکھتے تھے۔

یوں تو اکثر صحابیات درس و تدریس سے اور علم سے دلچسپی رکھتی تھیں نیز اُن میں بڑی بڑی عالم و فاضل بھی تھیں لیکن حضرت عائشہ صدیقہؓ کے علم اور معلومات کے آگے بڑے بڑے صحابہ اپنی گردنیں جھکا دیتے تھے۔ گویا علم کا ایک سمندر تھا جو انکے سینہ میں موجزن تھا اور یہ صحابہ میں اول درجہ کی راوی تھیں اعلیٰ تعلیم سے بہرہ اندوز تھیں اور علم کی کوئی حد مقرر نہ تھی۔

ازواج مطہرات میں سے حضرت زینب بنت جحش اپنے ہاتھ سے چمڑہ دباغت کیا کرتی تھیں اور یہ اس فن میں اس قدر ماہر تھیں کہ اپنے زمانہ کا بہترین چمڑہ تیار کرتی تھیں۔

غزوۂ خیبر میں جب متعدد صحابیات شریک جہاد ہوئیں تو حضور نے فرمایا کہ تم یہاں کس کے ساتھ اور کس کی اجازت سے آئی ہو؟ بولیں کہ یارسول اللہ ہم اُون کی تجارت کرتی ہیں اور اس سے خدا کی راہ

میں اعانت کرتی رہتی ہیں ہمارے پاس زخمیوں کی مرہم پٹی کا سامان موجود ہے ہم لوگوں کو ستو گھول گھول کر پلاتے ہیں اور تیر اُٹھا اُٹھا کر ان کو دیتے ہیں (نمبرا ابوداؤد کتاب الجہاد)

گویا حسن معاشرت کے ساتھ عرب کی عورت تجارت بھی کرتی تھی۔

غزوہ حنین میں کفار نے اس زور شور سے حملہ کیا تھا کہ میدان جنگ لرز رہا تھا۔ لیکن ایسی خطرناک حالت میں حضرت ام سلیم کی شجاعت کا یہ حال تھا کہ ہاتھ میں خنجر لئے ہوئے منتظر تھیں کہ کوئی کافر آئے اور میں اس کا کام تمام کروں۔

حضرت ابو طلحہ جو شجاعت و بہادری میں یکتا تھے ام سلیم کی اس دلیری کو دیکھکر ششدر رہ گئے۔

غزوہ خندق میں حضور نے تمام عورتوں کو قلعہ کے اندر لے لیا تھا جب ایک یہودی آیا اور قلعہ کے چکر لگانے لگا تو حضرت صفیہ نے دیکھا اور حضرت حسان بن ثابت سے کہا کہ یہ جاسوس اسلام کا دشمن ہے۔ اسے قتل کر دینا چاہیے۔ وہ بولے کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں اس میدان کا مرد نہیں ہوں۔ چنانچہ حضرت صفیہ خود قلعہ کے باہر ہاتھ میں ایک میخ لیکر آئیں اور اس سے یہودی جاسوس کا کام تمام کر دیا (اسد الغابہ)

حضرت عبادہ بن صامت کی بیوی حضرت خولہ اور ان کی ساتھی مستورات جب کفار کے خطرہ میں پھنس گئیں تو خیموں کی میخوں سے ان پر حملہ کر دیا یہاں تک کفار بھاگ گئے انہی کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی تھی قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ یعنی خدا نے اس عورت کی بات سن لی جو تم سے) حضرت ام عطیہ مشہور صحابیہ تھیں جو رسول اکرم

سے کے ہمراہ سات مرتبہ جنگ میں شریک ہوئیں یہ اسلامی فوج کی مرہم پٹی کے علاوہ رسد رسانی کا بھی انتظام کرتی تھیں (مسلم کتاب الجہاد)

غزوہ اُحد میں خود حضرت عائشہؓ (اور حضرت ربیع بنت مسعودؓ) اور حضرت ام سلیم شریک تھیں اور یہ اپنی اپنی پیٹھ پر مشک لاد کر لاتیں اور مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں دوسری طرف زخمیوں کو اور شہداء کی لاشوں کو فوجوں میں گھس گھس کر لانا ان کا کام تھا۔ (بخاری کتاب الجہاد باب النساء والقتل)

اس کے ساتھ ہی میں تمہیں وہ بات بھی بتا دینا چاہتا ہوں جو بات شاید تمہارے رو برو کسی عالم نے بھی اس صورت میں اور اس طرز میں پیش نہ کی ہو، یعنی حضرت رفیدہ نے مسجد نبوی میں خیموں کا ایک شفا خانہ قائم کرکے خود ہی زخمیوں کا علاج اپنے ہاتھ سے کیا کرتی تھیں حضرت بن معاذ جب غزوہ خندق سے زخمی ہوکر آئے تو ان کا علاج حضرت رفیدہ نے خود کیا تھا۔ یہ تمام شفا خانہ کی افسر اعلیٰ تھیں۔ اور گویا اچھا خاصا ایک لیڈی ڈاکٹر کا کام انجام دیتی تھیں (اصابہ تذکرہ رفیدہ) یہ وہ کام ہے جس سے آج مسلمان بھاگتے ہیں۔

ایک بار حضرت رسول اکرم صلعم مسجد سے باہر نکل رہے تھے کہ دیکھا مرد و عورت مل جل کر چل رہے ہیں آپ نے عورتوں کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تم پیچھے رہو۔ درمیان میں نہیں چلنا چاہئے اس کے بعد سے عورتیں ایک طرف ہوکے چلنے لگیں۔

حضرت عاتکہ کون تھیں؟ عبد المطلب کی بیٹی اور نبی کریم کی پھوپی تھیں، اور یہ نہایت بہادر و شاعرہ تھیں، ایسی شاعرہ کہ جب یہ فخریہ و رجزیہ

اشعار پڑھتی تھیں تو اسلامی فوجوں کا رُخ بدل دیتی تھیں۔ تمہیں خبر ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کس رتبہ کی خاتون تھیں اور انھوں نے کتنی بار جنگ میں شرکت کر کے اسلامی فوجوں کی امداد کی؟ تمہیں معلوم ہے کہ حضرت عمرؓ کی بیوی نے کس دلیری کے ساتھ جنگ میں حصہ لیا تھا؟ کیا تم حضرت خولہؓ کی بہادری و شجاعت کے کارناموں سے بےخبر ہو؟ کیا تمھیں نہیں معلوم کہ یہ انکی بے شمار مسلم مستورات نے عرب کی تپتی ہوئی زمین پر اپنے قدموں کے کتنے نشانات چھوڑے ہیں؟ اگر ایک طرف یہ درس و تدریس کا کام انجام دیتی تھیں تو دوسری طرف شجاعت و بہادری میں بھی حصہ لیا کرتی تھیں۔ زخمیوں کی امداد ان کا شیوہ تھا، اور علم کی تکمیل انکا زیور حیات۔

اس کے بعد سلطنت مغلیہ کے کارنامے پڑھو کہ سلطانہ رضیہ بنت التمش جس کے ہاتھ میں عنان سلطنت تھی اور جس نے جنگ کی حالت میں اپنی جان عزیز قربان کی، گلبدن بیگم کی تصنیفات پڑھو تاکہ تمہاری آنکھیں کھل جائیں۔ چاند بی بی بنت نظام والیٔ احمد نگر کی فتوحات کے واقعات دیکھو کہ اس نے سلطان مراد بن اکبر اعظم کو کس طرح شکست دی؟ اور کس دلیری کے ساتھ اس کی فوجوں کا منہ پھیر دیا تھا؟ اور اس کے بعد زیب النسا کے حالات ملاحظہ کرو کہ جس کے نام کے سننے سے آج ایک بڑے سے بڑا ادیب بھی گردن جھکا دیتا ہے۔

میرے دوستو! کیا یہ تمام مسلم مستورات مسلمان نہ تھیں؟ کیا یہ قرآن و حدیث کے معنی سے بےخبر تھے؟ کیا انکی شرافت عظمیٰ میں کوئی شک کرسکتا ہے؟ اور کیا انھوں نے تعلیم کو محدود کیا تھا؟ انھوں نے اسلام کی کیا کیا

خدمتیں کیں اور انکے مردوں نے احتساب و تمدن کو کہاں تک نبھایا؟ اور کہاں تک سمجھا؟ پھر کیا وجہ کہ تم نے اپنی عورت کو ایک قیدی بنا دیا ہے جس کی بنا پر تم نے اس کے ہاتھوں اور پیروں میں چاندی و سونے کی ہتھکڑیاں و بیڑیاں ڈال کر انہیں چہار دیواری کے اندر مقید کیا؟ کیا اس کا جواب تم داور محشر کو دے سکو گے؟

غرضکہ یہ تمام واقعات ایسے ہیں کہ جن پر ہمیں غور کرنے کی اشد ضرورت ہے اسلام نے مرد عورت کو دینی و دنیوی معاملات میں بلند کیا ہے۔ اور عورت نے ہمیشہ مرد کے دوش بدوش رہ کر کام کیا ہے۔

عرب کی عورت عالم بھی تھی اور مجاہد بھی، شاعرہ بھی تھی اور ادیب بھی تھی، تجارت پیشہ بھی تھی اور دستکار بھی مصور بھی تھی اور موسیقی کی ماہر بھی۔ اور وہ مینجر بھی تھی اور لیڈی ڈاکٹر بھی۔ کونسا شعبہ تھا جس میں عورت کا ہاتھ نہ تھا۔ حضرت عمرؓ اکثر سیاست کے معاملات میں عورت سے مشورہ فرمایا کرتے تھے،

پھر آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ کی کتنی عورتیں عالم ہیں اور کتنی مجاہد؟ کتنی ادیب ہیں؟ اور کتنی موسیقار کتنی تجار ہیں؟ کتنی صناع ہیں؟ اور کتنی لیڈی ڈاکٹر؟ اگر نہیں تو آپ کے پاس وہ کونسا اسلام ہے؟ کونسا قرآن ہے اور کون سی حدیث ہے جس کی بناء پر آپ غلامی و جہالت کے پردہ کو بہترین پردہ سمجھ رہے ہیں؟

میرا خیال ہے کہ آپ اس کے ذمہ دار نہیں بلکہ آپ کا وہ مقدس گروہ ہے جن کو آپ عالم کہتے ہیں؟ اس گروہ نے کبھی اپنے وعظ میں اور اپنی تقریروں میں آپ کو نہیں بتایا کبھی نہیں یہ سنایا کہ مسلم مستورات

نے اسلام کی کیا کیا خدمات کی ہیں اور کس حیثیت سے اسلام کے پودے
کو لگایا؟ برعکس اس کے آپ کو جب کبھی اس گروہ نے سنایا وہی سُنایا
کہ جنت اس کا نام ہے اور دوزخ اس کو کہتے ہیں حوریں یوں ملیں گی
اور غلمان یوں۔

آج جبکہ اسلام اسی خطرہ میں ہے جس طرح ابتدائی زمانہ میں
تھا۔ لیکن اس حال میں بھی ہمارے علماء ہمیں وہ باتیں نہیں بتاتے
جس کی بنا پر ہم موجودہ دور ارتقا کا ساتھ دے سکیں۔ تاکہ دوسری قومیں
ہمیں ذلیل نظر سے نہ دیکھیں۔

میں نے کہا اور پھر کہونگا کہ اسلام نے تعلیم کو کبھی محدود نہیں کیا
اور کسی علم کے حصول کو منع نہیں کیا، اٹھارہویں پارہ کی آیت کی رو سے
جب عورت ضرورتاً اپنا چہرہ کھول سکتی ہے اور بائیسویں پارہ کی رو
سے ہر مرد سے بات بھی کرسکتی ہے نیز جب صحابیات نے مردوں کی
دوش بدوش رہکر انھیں احکامات کے تحت میں کام کئے ہیں تو ہم کیوں
اسے بُرا سمجھتے ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ تعلیم یافتہ گروہ اس مسئلہ میں
اپنے دماغ سے کام لیکر اور زمانہ کی ضرورت کو محسوس کر کے عملدرآمد کریگا۔

عورت اور ہندو مذہب

آیئے میں آپ کو یہ بتا دوں کہ آپ پر یہ جہالت کا سایہ کس نے ڈالا ہے؟ کس صحبت نے آپ کے خیالات و محسوسات کو تنگ کر دیا ہے اور کس ماحول میں آپ نے یہ سبق پڑھا ہے۔ کہ مسلمان عورت پر غیر زبان کی اعلیٰ تعلیم حرام ہے یا اُس کو مقید رکھنا عین اسلامی طریقہ ہے۔

عرب و ترک یا مغل و پٹھان جس قدر بھی ہندوستان پر حملہ آور ہوئے وہ قریب قریب تمام مرد تھے۔ ان کے ہمراہ خال خال عورتیں تھیں اتنی کہ جنکا شمار بآسانی ہو سکتا ہے چنانچہ تقریباً تمام مسلمان فاتحین نے اور انکے ہمراہیوں نے ہندوستان کی عورتوں سے شادیاں کیں اور ان سے جو اولادیں ہوئیں انھوں نے اپنی نومسلم ماؤں کی گودوں میں پرورش پائی۔ کیسی مائیں؟ ایسی جنکے متعلق ہندو مذہب نے ہمیشہ تحقیر و تذلیل کا اظہار کیا ہے۔ کسی کتاب نے اپنی عورت کے ساتھ ایسا بے رحمانہ برتاؤ نہیں کیا۔ جیسا کہ ہندوؤں کی مذہبی کتاب نے منو جیسے سنجیدہ و متین اور موجد قوانین کے خیالات عورت کے معاملہ میں اس قدر تنگ ہیں کہ جنھیں پڑھکر فرقہ اناث کو ماتم کرنا چاہیے منو کی ہستی کوئی معمولی ہستی نہ تھی بلکہ ایسی تھی کہ اس کا قانون کا دو ہزار سال سے ہندوستان میں ہے۔ چنانچہ میں اس سے اور نیز متاخرین کی تصنیفات سے جو اس سے سینکڑوں برس بعد کی ہیں کچھ اقتباس کر کے آپ پر ظاہر کرتا ہوں کہ اسلام نے عورت کو کس قدر حقوق و آزادی عطا کی، اور ہندو

مذہب نے کتنی سختی کتنی ذلت اور کس تنگ خیالی کا ثبوت دیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

منو کی تقسیم کے مطابق عورتوں کا خاص حصہ یہ ہے، پلنگ سے محبت۔ بیٹھنے کی چوکی سے محبت، زیور سے محبت، غصہ، برائی کی طرف میلان۔ اذیت رسانی سے رغبت اور ضدی پنا (منو)

پس جب شوہروں کو معلوم ہے کہ خدا نے مخلوقات کی پیدائش کے وقت انکو کیسی خصلت عطا کی ہے تو ان کو لازم ہے کہ انکی (یعنی عورت) حراست و قید میں از حد کوشش کریں۔ (منو)

عورت کی طبیعت کا تلون جیسے سمندر کی موجیں۔ اس کے بے ثبات جذبات جیسے شفق کے بادلوں کی صفیں جب اس کی آرزو پوری ہو جاتی ہے اور مرد اس کام کا نہیں رہتا تو یہ اس سے کنارہ کش ہو جاتی ہے اس طرح جیسے کوئی اس لاکھ کو پھینک دیتا ہے جس پر چھاپا ہو چکا ہو (پنچ تنتر)

ایک سے بات کرتی ہے دوسرے پر اضطراب کی نگاہ ہوتی ہے اور دھیان اس کا ہوتا ہے' تیسرے کی طرف جس کو دل ہی دل میں رہنے دیتی ہے (تنتر)

عورتیں ہمیشہ بے وفا ہوا کرتی ہیں حتی کہ لوگ کہتے ہیں کہ دیوتاؤں کی استریوں کا بھی یہی حال ہے اگر کوئی عورت پاک دامن ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ اس میں حیا ہے، حجاب ہے۔ یا نیک خصلتی اور یا خوف، بلکہ صرف یہ ہے کہ اس سے کوئی عنایت کا طلبگار نہیں ہوا" (ہتوپدیش)

پاگل، کیکڑا، بیل، متوالا، اور استری سب برابر ہیں" (پنچ تنتر)

عورت کو کوئی نہ جبر سے زیر کر سکتا ہے، نہ نصیحت سے' یہ ایک کائنات ہے کہ کبھی مغلوب ہی نہیں ہوتی عورت کا حال گائے جیسا ہے جو جنگل

میں نت نئی اور ہری ہری گھاس کے کھوج میں رہتی ہے عورت کا بھی یہی حال ہے۔ (ہتو پدیشں)

عورت کی محبت بجلی کی چمک سے بھی جلد مٹ جاتی ہے دھن اسکو کسی اور کی ہوتی ہے، پر بناوٹ سے پیار تمکو کرے گی، محبت بظاہر تم سے کرے گی لیکن ٹھنڈے سانس دوسرے کے لئے بھرے گی۔ کنول کا پھول پہاڑوں کی چوٹیوں پر نہیں کھلتا خچر کا بوجھ اور ہوتا ہے پر گھوڑے کا اور، جو کے دانہ سے وہاں نہیں اُگتا اور عورت کی روح میں پارسائی کا وجود ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔" (سوورا کا)

جو بات عورت کے دل میں ہوتی ہے وہ اس کی زبان پر نہیں آتی جو زبان پر آتی ہے وہ منہ سے باہر نہیں نکلتی اور جو باہر نکلتی ہے اس پر وہ عملدرآمد نہیں کرتی" (پنچ تنتر)

جہاں استری راج ہو۔ جہاں کوئی جواری ہو۔ اور جہاں بچہ مالک ہو اس گھر کا ستیاناس ہو جاتا ہے (پنچ تنتر)

یہ دھوئیں کا بگولا۔ یہ شوخی کا مسکن، بیباکی نگری، گناہوں کا مخزن ہزار مکاریوں محل۔ بدگمانیوں کا ڈیرہ یہ پٹاری جس میں ہر قسم کا جادو منتر بھرا ہوا ہے، یہ معمہ جس کے حل کرنے میں بڑے سے بڑے اور نامور سے نامور مرد قاصر رہے ہیں۔ یہ کل جس کا نام عورت ہے۔ یہ امرت ملا ہوا زہر، اس کو دنیا میں کس نے پیدا کیا کہ پارسائی کو میٹ دے۔

نوٹ عورت کا وجود صرف اس لئے ہے کہ وہ بچے دیا کریں، انکی پرورش کریں اور خانہ داری کے کام میں مصروف رہیں (منوشاستر نواں باب ۲۷)

یہ ہیں وہ خیالات و جذبات اور رسوم جو ہندو مذہب کے رہنماؤں

کے دماغوں سے نکل کر ہندو تہذیب کے قانون میں داخل ہوئے۔ اور جس کے تحت میں عورتوں کے ذلیل ترین مخلوق ثابت کیا گیا، اور یہ وجہ تھی کہ ہندو عورت غلامانہ ذہنیت میں مبتلا ہو کر رہ گئی، جس کی ایک معمولی مثال دو ہزار برس بعد آج بھی موجود ہے کہ ہندو عورت جب کبھی کسی مرد کو یا اپنے شوہر کو سلام کریگی تو وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر گردن جھکا دیتی ہے گویا کہ وہ ایک پرستارہ ہے غرور کے دیوتاؤں کی ایک لونڈی ہے سرکش آقا کی اور ایک باندی ہے کسی فرعون بے سامان کی۔

چنانچہ جب مسلمان فاتحین ہندوستان کے حکمران ہوئے اور انکے ہزار ہا ہمراہی مسلمانوں نے مندرجہ صدر عورتوں سے شادیاں کرنی شروع کر دیں۔ جب ہندو عورتوں کو مسلمانوں کے گھروں میں درخور حاصل ہوگیا اور جب مسلم سوسائٹی نے ان سے غلط ملط کیا۔ یہاں تک کہ انکی ساری تہذیب اور تمام رسوم و عوائد مسلمانوں میں رائج ہوگئے تو انکی ذہنیت بھی بدلنی شروع ہوگئی۔ یہاں تک کہ اس رواداری سے مسلمان بادشاہوں کا رعب روز بروز کم ہوتا گیا حتی کہ عنان سلطنت بھی ہاتھ سے نکل گئی۔

چونکہ نو مسلم مستورات پہلے ہی سے غلامانہ ذہنیت کی عادی تھیں اور ان کا وجود مردوں کی نگاہوں میں کوئی وجود ہی نہ تھا۔ پھر انہیں کون قید و حراست سے باہر لاتا؟ اور کون انہیں زیور تعلیم سے آراستہ کرتا؟ کس کو غرض تھی کہ اس لونڈی کو بیگم بناتا؟ اور کسے خواہش تھی کہ اس باندی کو ملکہ کہتا چنانچہ اس کی خفت اور اس کی حقارت نے

اس کی ہمت کو اس درجہ کمزور کیا اور یہ اس قدر مایوسی کے عالم میں کھو گئی کہ اس کی عقل سلب اور اس کی ذہنیت معدوم ہو گئی۔ یہی عورتیں مسلمانوں کی بیویاں، بیٹیاں اور پھر مائیں بہنیں اور انہیں مظلوم و حقیر و جاہل ماؤں کی گودمیں مسلمانوں کی نسلوں نے پرورش پائی جس کی بدولت آج ہمارے خیالات تنگ اور ہمارے محسوسات تاریک ہیں۔

یہاں ایک معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ جاہل عورت جو آج مسلمانوں کی بیوی اور ماں بنی ہوئی ہے اسی نسل کی عورت ہندوؤں کی ماں بہن ہے پھر کیا وجہ کہ آج ہندو عورت نسبتاً ترقی یافتہ ہے اور مسلمان عورت نہیں۔

اس کا سبب یہ ہے کہ ہندو قانون مذہب نے جہاں عورت کو ذلیل ترین مخلوق بتایا ہے وہاں انکے قانون نے علم و جہل کی توضیح بھی کی ہے اگرچہ یہ توضیح عورتوں کے لئے نہیں ہے تاہم ہندو مردوں نے اس قانون سے فائدہ اٹھا کر اپنی عورت کو عورت سمجھا۔ ہندو مذہب نے ایک اور صرف ایک ہی چیز کو دولت پر ترجیح دی ہے اور وہ علم ہے اور ایک ہی چیز کو افلاس سے بدتر سمجھا ہے اور وہ جہل ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان میں قوت مدرکہ کا پورا مادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انکے نزدیک وہ علم جو مدرک کی زیر ہدایت ہو۔ ایسے جادو کا طلسم بنجاتا ہے کہ جس سے آدمی انسان نظر آنے لگتا ہے۔ انکے یہاں ایک بادشاہ ایک عالم کی برابری نہیں کرسکتا اس کا ثبوت آپ کو ذیل کے ہندو قانون سے معلوم ہوگا۔ لکھا ہے کہ۔

اس میں کچھ اختلاف نہیں کہ علم انسان کا بہترین زیور ہے علم انسان کا ایک پوشیدہ دفینہ ہے۔ علم ایک دوست ہے کہ ہر ایک سفر میں ساتھ

دیتا ہے علم دولت جاوید ہے۔ علم جاہ و جلال کو پہنچاتا ہے اور پوری محفل کو
کو فریفتہ کر لیتا ہے علم وہ آنکھ ہے جو سب سے بالا ہے علم ہی ہمکو دنیا میں زندہ رکھتا ہے
اور علم کے بغیر انسان وحشی جانور ہے (ہتوپدیش)

دانائی اور بادشاہی کبھی برابر نہیں ہو سکتی بادشاہ کی عزت اسی ملک میں
ہوتی ہے اور دانا کی عزت ہر جگہ (پنچ تنتر)

تعلیم یافتہ آدمی میں سب اوصاف پائے جاتے ہیں اور جاہل میں عیب
ہی عیب ہوتے ہیں پس ایک تعلیم یافتہ کروڑہا جاہلوں سے بہتر ہوتا ہے (ہتوپدیش)

کسی مجلس میں جاہل کے لباس کی چمک دمک اسی وقت تک قائم رہتی ہے
جب تک کہ اس کی زبان نہ کھلے (ہتوپدیش)

بالیاقت اکلوتا بیٹا سینکڑوں جاہل بیٹوں سے بہتر ہوتا ہے۔ اکیلا چاند
اندھیرا دور کر دیتا ہے پر لاکھوں ستارے ظلمت کا فور نہیں کر سکتے (ہتوپدیش)

اسلام نے بھی تعلیم کی وہ وہ خوبیاں بیان کی ہیں کہ اگر اسپر عمل کیا جاتا تو آج
اس خوفناک مصیبت کا مقابلہ نہ کرنا پڑتا یہاں تک کہ تعلیم اور حقوق کے مسئلہ
میں اسلام نے اپنی عورت کو مساوات کا درجہ دیا ہے ایسا کہ آجتک کسی مذہب نے
اپنی عورت کو یہ درجہ نہیں دیا۔ پر ہندوؤں نے اپنی مذہبی تعلیم پر عمل مدام شروع کرکے
اپنی قوت مدرکہ سے کام لیا ایسا کہ اپنی عورت کو اپنے دوش بدوش لانیکا تہیہ کر لیا
لیکن مسلمانوں نے اپنی قوت محسوسہ کو بھی حرکت نہ دی اس لئے ہندو عورت آگے
بڑھتی چلی جا رہی ہے اور مسلمان عورت ابھی تنبیہ کے غلبہ سے اپنی آنکھیں ہی مل رہی ہے

یہ کس کا قصور ہے ذمہ دار مسلمان مردوں کا۔ اگر مسلمان از
روئے قرآن پردہ کی حقیقت کو سمجھ لیں تو نسوانی تعلیم کا مسئلہ آج حل
ہو سکتا ہے میں نے کہا اور پھر کہونگا کہ خدارا کا ٹھنڈے دل

سے سورۂ نور اور سورہ احزاب کی ان آیات کا مطالعہ کیجئے جن کا حوالہ میں نے اپنے گذشتہ نمبروں میں دیا ہے۔ ان کو بار بار غور سے پڑھنا چاہئے حتیٰ کہ نفس طلب آپ کی سمجھ میں آجائے۔

عورت اور عیسائی مذہب

علاوہ ہندوؤں کے مختلف اقوام کی امثال بھی عورتوں پر مہربان نہیں ہے۔ یونانی عموماً عورت کو ادنیٰ درجہ کی مخلوق سمجھتے تھے جن کا مصرف صرف خانہ داری اور ترقی نسل تھا۔ یہ لوگ یعنی یونانی اپنے اعلیٰ سے اعلیٰ تمدن کے زمانہ میں بھی بجز طوائف کے کسی عورت کی قدر نہیں کرتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ بجز طوائف کے دیگر عورتوں میں کسی قسم کی تعلیم و تربیت نہ تھی۔ اسپارٹا میں اُس بدنصیب عورت کو جس سے کسی قوی سپاہی کے پیدا ہونیکی اُمید نہ ہوتی تھی مار ڈالتے تھے۔ موسیو تراپ لانگ لکھتے ہیں کہ جس وقت کسی عورت سے کے بچہ ہو چکتا تھا تو فوائد ملک کی غرض سے لسے دوسرے شخص کی نسل لینے کے لئے اُس کے خاوند سے عاریتہً لے لیتے تھے۔ زمانہ قدیم کے کل مقننوں نے اپنی مستورات کے ساتھ ایسی ہی سختی کی ہے ہندوؤں کا قانون کہتا ہے کہ تقدیر طوفان۔ موت، جہنم، اور زہریلے سانپ ان میں سے کوئی اس قدر خراب نہیں ہے جتنی عورت" کتاب مقدس بھی کچھ اس سے کم سخت نہیں ہے "لکھا ہے کہ عورت موت سے زیادہ تلخ ہے" عہد قدیم کے باب واعظ میں لکھا ہے۔ جو کوئی خدا کا پیارا ہے وہ اپنے تئیں عورت سے بچائے گا۔ ہزار آدمیوں میں سے نے

خدا کا پیارا ایک پایا ہے لیکن تمام عالم میں کسی عورت کو بھی خدا کی پیاری نہیں پائی۔ چینیوں میں مثل مشہور ہے" اپنی بیوی کی بات تو سننی چاہئے لیکن اس پر یقین ہرگز نہیں کرنا چاہیئے!" روسی مثل ہے کہ دس عورتوں میں ایک روح ہوتی ہے" اطالیوں کا قول ہے گھوڑا اچھا ہو یا برا اُسے مہمیز کی ضرورت ہے عورت اچھی ہو یا بُری اُسے مار کی ضرورت ہے!" اسپینی کہتے ہیں کہ بُری عورت سے بچنا چاہیئے، مگر اچھی صورت پر بھی کبھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے، روم میں مرد اپنی عورت پر جابرانہ حکومت کرتا تھا اور اس کی ایک لونڈی سے زیادہ حیثیت نہ تھی۔ حتیٰ کہ معاشرت میں اس کا کوئی حصہ ہی نہ تھا۔ اسلام سے قبل اگر کسی عرب گھر میں لڑکی پیدا ہو جاتی تھی تو اُسے زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ شارلمین کے عہد میں عورتوں کے ساتھ نہایت سخت برتاؤ کیا جاتا تھا۔ خود شارلمین ایک دن اپنی بہن کے ساتھ مباحثہ میں اس قدر غصہ ہوا کہ اس پر حملہ کر کے اس کے تین دانت توڑ دیئے اور اس کے بال پکڑ کر خوب مارا غرضکہ اس نورانی کیفیت کو اس درخشندہ شعاع کو' اس اعجاز فطرت کے نمونہ کو' اس روح افزا پیکر کو۔ اس عورت کو جس سے بہتر شے فطرت نے زمین و آسمان کے درمیان نہیں پیدا کی اقوام عالم کے فرقۂ ذکور نے اسے بُری طرح ٹھکرایا ہے جگہ جگہ اس پر لعن طعن کئے ہیں زوائد و اباطیل کے ساتھ سبعیت و بہیمت کا برتاؤ کیا ہے۔ ناگنوں اور سانپوں سے بدتر اسے بتایا گیا ہے موت و جہنم' زہر و زہریلی چیزوں سے اسے تعبیر کیا گیا ہے۔ **عورت اور مذہب اسلام**۔ لیکن ایک اسلام اور صرف اسلام تھا جس نے اسے اپنے آغوش میں پناہ دی جس نے اسے قعر ذلت سے نکال کر بام عروج پر

پہونچایا، اور جس نے اس کے حقوق کو سمجھا اور پہچانا۔ اس کی عزت و عصمت کے موقع پر اسلام نے اپنے فرزندوں کا خون بہایا ہے عرب کی زمین افریقہ کے صحرا، اور اندلس کے ذرات گواہ ہیں کس کے؟ مسلم عورت کی شجاعت و بہادری کے۔ چین و ترکستان کے پہاڑ، ایران و ہندوستان کے دریا و د... و دیوار شاہد ہیں کس کے؟ مسلمان عورت کی ذکاوت و ذہانت کے بحر عرب کی موجیں خلیج فارس کی لہریں اور بحر ہند کا سمندری طوفان گیت گا رہا ہے کس کا؟ اسلام کی وفا شعار بیٹیوں کا۔ اور سارا جہاں گواہ ہے کہ مسلم مستورات نے اپنے رفیق زندگی کا اور اپنی قوم کا ہمیشہ ہر وقت، اور ہر جگہ ساتھ دیا ہے پھر اسلام نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ یہ کہ اس کو پورے حقوق دیئے، صحیح آزادی کا سبق پڑھایا، اور اس کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا" حتی کہ یہ اعلان کر دیا کہ والمؤمنون والمومنات بعضهم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینهون عن المنکر یعنی مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں۔ اور برائی سے روکتے ہیں۔ سورۃ النساء اس کا بین ثبوت ہے کہ مطلقہ عورت کے نان و نفقہ کا ہی انتظام کیا جائے۔ مال میں اس کا حق جائداد میں اس کا حصہ طلاق کے مقابلہ میں خلع کا اس کو اختیار پھر ضروری اوقات میں مثل مردوں کے اس کو ذمہ دار بنایا۔

ہر چند کہ میں نے اپنی گذشتہ نمبروں میں بہت سی عورتوں کے نام گنوا دیئے ہیں جنھوں نے مسلمانوں کے دوش بدوش رہ کر کام کئے ہیں اور جن کی شرافت عظمیٰ آج کے مسلمانوں سے ہر حال میں بہتر تھی، وہ حکمران بھی تھے، اسلام کے بانی بھی تھے، اور قرآن شریف کے حامل ہی نہیں بلکہ

موجد تھے، مجاہد تھے، اور محقق تھے، تاہم آج کی صحبت میں مسلم مستورات کی ذکاوت وذہانت کے معاملہ میں چند نام اور گنوا دیتا ہوں، تاکہ آپ مقابلتہً اپنی عورت کی ناگفتہ بہ حالت کا اندازہ کرسکیں۔

ایک روز رسول اکرمؐ ایک لڑکی کو زانوں پر بٹھا کر کھلا رہے تھے قیس بنی تمیم نے پوچھا کہ یہ کس جانور کا بچہ ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ میری بچی ہے، قیس نے کہا، باللہ العظیم میرے بہت سی لڑکیاں ہوئیں لیکن میں نے ان سب کو زندہ دفن کردیا اور کسی کو بھی نہ کھلایا۔ حضورؐ نے فرمایا اے بدبخت معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل میں کسی قسم کی محبت انسانی پیدا نہیں کی حضورؐ نے عورت کو نعمت عظمےٰ فرمایا ہے پھر اگر اسے ہم ایک صنف نازک، جنس اشرف اور شئے لطیف کہیں تو کیا بیجا ہے؟

تمدن عرب کے زمانہ عروج میں عورتوں کا اعزاز اس سے بھی ثابت ہے کہ انمیں بکثرت پڑھی لکھی عورتیں تھیں ایسی کہ جن کی شہرت دور دور پھیلی ہوئی تھی۔ مشرق میں عہد عباسیہ کے زمانہ میں اور اندلس میں عہد امیہ میں اکثر وبیشتر عورتوں نے بہت بڑی شہرت حاصل کی تھی۔

ولدہ اس خلیفہ کی بیٹی جو ۳۰۰ھ میں حاکم تھا قرطبہ میں ویسی ہی مشہور شاعرہ تھی جیسی کہ یونانیوں میں سیافہ (سیافہ اس قدر مشہور اور قابل شاعرہ تھی کہ اس نے اپنی ایک نئی بحر ایجاد کی تھی جو اسی کے نام سے منسوب ہے) کانڈ جو اندلس کا مشہور عالم تھا لکھتا ہے کہ عبدالرحمن سوئم کے زمانہ کی عرب عورتوں کی قابلیت قابل رشک تھی یعنی۔

یہ خلیفہ مدینۃ الزہرا کے سامان عیش ونشاط میں بیٹھا ہوا اپنی لونڈی مزنہ اور عائشہ قرطبہ کی شہزادی جسے ابن حیان لکھتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کی

نہایت حسین عالم اور عاقل عورت تھی، اور صفیہ کے کلام کو جو عائشہ کی طرح خوبصورت اور لائق تھی سنا کرتا تھا۔

الحاکم دوم کے زمانہ کے مورخ لکھتے ہیں۔

اس زمانہ میں علم و شاعری کی قدر اندلس میں اس درجہ تھی کہ عورتیں بھی محنت و مشقت کر کے علم حاصل کرتی تھیں اور اکثر ان میں سے شاعری اور علمی معلومات میں یکتا تھیں خلیفہ کے قصر لبنا میں ایک لڑکی نہایت حسین تھی جو صرف و نحو، شاعری و حساب و ہندسہ اور دیگر علوم میں کامل تھی۔ اس کا خط بھی نہایت پاکیزہ تھا اور خلیفہ کے راز کی تحریریں بھی وہی لکھتی تھی کسی کا کلام اس لڑکی کے کلام کی بندش اور لطافت کو نہیں پہونچتا تھا۔ اس لڑکی کا نام فاطمہ تھا۔ اور علما اس کے کلام کی داد دیتے تھے۔ یہ لڑکی خلیفہ کے لئے کتابیں بھی نقل کرتی تھی۔ اور اس کے پاس علمی و صنعتی کتابوں کا ایک بیش بہا ذخیرہ تھا۔"

دوسری لڑکی خدیجہ اچھی شاعرہ تھی اور فن موسیقی میں کمال رکھتی تھی مریم ایک اور لڑکی تھی جو علم شاعری کی تعلیم اشبلیہ کے خاندانی لڑکیوں کو دیا کرتی تھی، اور اس کی طرز تعلیم نے بڑی شہرت پائی تھی۔ اور اس کے مدرسہ سے بہترین و قابل ہو کر لڑکیاں نکلتی تھیں ، رضیہ کو جس کا نام نجم السعید تھا اور جسے خلیفہ عبدالرحمٰن نے آزاد کر کے اپنے بیٹے الحاکم کو دیدیا تھا، یہ عورت بھی شعر و سخن میں شہرہ آفاق تھی خلیفہ کے مرنے کے بعد اس نے تمام مشرق میں سفر کیا اور جگہ جگہ علما نے اس کی بڑی قدر کی۔

موسیو مارتھا یمی سنٹ ہیلر نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے کہ اسلام نے عورتوں کی حالت کی بہت زیادہ اصلاح کی ہے اور یہی ایک مذہب

ہے جو عورت کی حقیقی قدر کرتا ہے بہت آسانی سے ثابت ہو سکتا ہے کہ کل دیگر مذاہب میں اور کل دیگر اقوام میں جو عربوں سے پہلے تھیں عورتوں کی حالت بدتر تھی۔"

یہی مصنف آگے چل کر لکھتا ہے کہ فی الواقع مسلمان عورتیں بمقابل یورپ کی عورتوں کے جن میں اعلیٰ تعلیم عام ہے اور اکثر بیبیاں اور لڑکیاں ایسی موجود ہیں جو عربی فرانسیسی، انگریزی، اور ترکی زبانوں کو لکھ پڑھ سکتی ہیں۔ اکثر اوقات حرم کے اندر جب اعلیٰ طبقات کی مسلمان مستورات جمع ہو جاتی ہیں تو گفتگو فرانسیسی میں شروع کرتی ہیں میرے علم میں تو پیرس کی بہت کم بیبیاں ایسی ہیں جو صحت کے ساتھ یا بلا صحت چار زبانیں لکھ اور بول سکیں ہم کسی پیرس کی عورت کی تعلیم کا اندازہ ان کی ماما کی لیاقت سے کر سکتے ہیں۔

یہ تھا اسلام اور یہ ہے اسلام، اب ذرا اپنے گریباں میں منہ ڈالکر سوچئے غور کیجئے کہ آپ نے اپنی عورت کو، اس عورت کو جس کے لئے اسلام میں کہا گیا ہے کہ "مسلمان مرد اور مسلمان عورتوں پر علم کا جاننا فرض ہے بام عروج کے کس زینہ سے قعر مذلت کے کس غار میں ڈالدیا اور وہ مذاہب وہ قومیں جنھوں نے اپنی عورت کو ذلیل ترین سمجھا تھا آج انکی عورت مسلمان عورت پر تعلیمی حالت میں کیوں سبقت لے گئی۔ اور مسلمان عورت کیوں پیچھے رہ گئی؟ اس کا جواب آپ کو میری یہ تحریر دے گی یا آپکا دل!

اس پر جب آپ سے کہا جاتا ہے کہ موجودہ زمانہ کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے اپنی عورت کو قید سے رہا کرو اور تعلیم کے اسٹیج پر لاؤ تو آپ قال قال کہنے والوں کی بے معنی باتیں پیش کرنے لگتے ہیں۔ اس کا کیا

حشر ہوگا؟ یہ کہ خدا نہ کرے کہ مسلمان سوسائٹی صفحۂ ہند سے مٹ جائے۔

آج ہر ہر صوبہ میں ابتدائی تعلیم جبریہ ہو رہی ہے اکثر و بیشتر نسوانی مکاتب بھی قائم ہیں انیں ہزار ہا مسلمان بچیاں بھی تعلیم پاتی ہیں، لیکن آہ کہ متوسط اور اعلیٰ تعلیم کے لئے مسلمان معلمات نہیں۔ اکثر مدارس میں کیا تمام نسوانی مدارس میں عیسائی یا ہندو عورتیں تعلیم دیتی ہیں اس کا کیا حشر ہوگا؟ کہ یہ مسلمان لڑکیوں میں سے اکثر ہندو ہو جائیں گی اور اکثر عیسائی۔ پھر اگر آپ سر پکڑ کر ماتم بھی کرینگے تو کچھ نہ ہوگا۔

میں اُن لکھنے والوں میں سے نہیں ہوں جو عورتوں کی حمایت میں کالم کے کالم سیاہ کرتے ہیں نہ اُن میں سے ہوں جن کی نوک زبان پر عورت کی شکایت ہوتی ہے کہ ان کی عملی زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے۔ اور انکی چیخ و پکار پر اگر خیال کیا جائے تو انکے سینے کھوکلے اور انکی فریادیں بے معنی ہونگی۔ میں نے اپنے بعض احباب کی امداد سے آج سے پندرہ سال قبل مستورات کی تعلیم کے لئے ایک مدرسہ جاری کیا، اور ایسی جگہ جاری کیا جہاں کی کوئی لڑکی قسم کھانے کو پڑھی لکھی نہ تھی۔ مگر آج بفضلہ تعالیٰ اسی مدرسہ سے بہت سی لڑکیاں لکھ پڑھکر نکل چکی ہے۔ جو قرآن، اُردو، انگریزی اور حساب وغیرہ سے بہرہ اندوز ہیں اور جس میں آج بھی تقریباً سو لڑکیاں تعلیم پا رہی ہیں۔ ان کی وحشیانہ زندگی انسانیت میں تبدیل ہو رہی ہے۔ انکے تخیلات میں نمایاں فرق ہے انکے دماغ تعلیم سے روشن ہیں، اور انکی آنکھیں جو پہلے کور تھیں اب روشن ہو رہی ہیں۔ اور ان کا مستقبل بھی دس سال کے اندر روشن نظر آتے گا۔

ہیں عملاً موجودہ غلامی کے پردہ کی دھجیاں بھی اُڑا چکا ہوں اور اسلامی پردہ کا عامل بھی ہوں اور میں خیال کرتا ہوں کہ خدائے برتر نے مجھ پر پردہ کے مسئلہ کو اس قدر روشن کر دیا ہے اور میں اس معاملہ سے اس قدر واقف ہو چکا ہوں کہ ایک نرا مولوی بھی اتنا واقف نہ ہوگا۔ میرے اس خیال میں غرور کا شائبہ تک نہیں، بلکہ تحقیق اور ذاتی جدوجہد کے بعد عاجزانہ اظہار کیا گیا ہے۔ اگر خدا مجھے اس قابل کرے کہ میں اس نسوانی مدرسہ کو گرل ہائی سکول یا زنانہ اسلامیہ کالج بنا سکوں تو میں سمجھتا ہوں، سمجھتا ہی نہیں بلکہ میرا یقین ہے کہ میں نے اسلام کی سب سے بڑی خدمت کی، ایسی کہ اپنی عمر میں کبھی نہ کی ہوگی۔

میں نے قرآن سے، عربی تواریخ سے اور احادیث سے نیز دیگر تواریخ سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حضور کے زمانہ میں اس کے بعد صحابۂ کرام کے زمانہ میں، پھر خلفائے عباسیہ اور بنی امیہ کے زمانہ میں، پھر شاہانِ مغلیہ کے دورانِ حکومت میں غرضکہ مسلمانوں کے ہر ہر دور حکومت میں مسلمان عورت نے اعلیٰ تعلیم بھی حاصل کی ہے اور مردوں کے دوش بدوش رہ کر ضروری اوقات میں نمایاں کام بھی کئے ہیں۔

میں اُس عورت سے جو بلاوجہ مردوں کی سوسائٹی میں شریک ہو کر شیک ہینڈ کرتی ہے اور اس عورت سے جو پردہ کے اندر قید ہے۔ ہزار درجہ بہتر سمجھتا ہوں اُس عورت کو اُس مسلمان عورت کو جو پنجاب کے مسلمانوں کے لیے اور مسلمانانِ ہند کے لئے مایۂ ناز ہے، جس نے گول میز کانفرنس لندن میں اپنے حقوق طلب کرنے کی جرأت کی۔ اور جس نے ثابت کر دیا کہ اس گرے ہوئے زمانہ میں بھی مسلمان عورت اگر چاہے تو مسلمان

مردوں کے دوش بدوش رہ کر کام کر سکتی ہے۔

میں نہیں سمجھتا کہ آپ کے سامنے اور کیا ثبوت پیش کئے جائیں جنکو پڑھکر آپ اعلیٰ تعلیم نسواں کے موافق اور رسمی پردہ کے خلاف ہونگے میں اگر چاہوں تو اسی موضوع پر سال بھر تک لکھے جاؤں۔ لیکن خوف ہے کہ کہیں میرے مکرم ایڈیٹر عصمت" مجھے اپنے پرچہ میں جگہ نہ دیں۔ اس لئے خاموش رہنا مناسب خیال کرتا ہوں۔ اور اُمید کرتا ہوں اُن احباب سے جو میرے ہم خیال ہوں کہ خدا را دہ عملی زندگی کا ثبوت دیں کہ اب کا غذی زندگی کا دور نہیں۔

نوٹ اس مضمون کے متعلق صفحہ ۱۰۸ پر احزاب ملاحظ فرمایئے

کپتان ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب
اے۔ ای۔ آر، او۔ ایف، پی۔ ایس (گلاسگو)
ایل، ایم، (ڈبلن) ڈسٹرکٹ میڈیکل افسر ای۔ آئی۔ آر

ضروری گذارش

(۱) یہ مضمون موجودہ تعلیمی ذرائع کو پیش نظر رکھکر لکھا گیا ہے۔ اس سے اسکول و کالجوں کے درجوں کو معیار علمی قرار دیا جانا قابل عفو شمار کیا جا سکتا ہے گو یہ ظاہر ہے کہ تحصیل علم درجہ و کلاسوں پر منحصر نہیں ہے۔

(۲) اعداد و شمار ۱۹۲۷ء اور مردم شماری ۱۹۲۱ء کی لی گئی ہے چونکہ یہ ہی مستند و فی الحال دستیاب ہو سکتے تھے تمام مضمون میں تقریباً کہیں بھی قیاس سے کام نہیں لیا گیا۔ تمام اعداد و شمار صحیح اور واقعات سچے ہیں جو اس قدر مستند ہیں جس قدر انسانی قوت کے دائرہ امکان میں ہے۔

(۳) میرا روئے سخن تمام ہندوستانی خواتین کی طرف ہے۔ لیکن بحیثیت ایک مسلمان مجھپر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ میں مسلم خواتین کی تعلیمی حالت کا خاص طور پر ذکر کروں کیونکہ یہی تقاضائے فطرت ہے اور اس مضمون کا مقصد خصوصی اور اس کی تحریر میں میری جانفشانی اور محنت کا حاصل۔

سیاسی حیثیت سے تعلیم مندرجہ ذیل مقاصد کے لئے لازمی ہے

(۱) ایک ایسی پبلک پیدا کرنا جو حق نمائندگی کے معنے سمجھ سکے، اپنا صحیح نمائندہ انتخاب کر سکے اپنے نمائندے کے سیاسی نظریہ و اصول کو سمجھکر اس پر رائے زنی کر سکے اور "ووٹ" کی پیچیدہ مشینری کو سمجھنے کی قابلیت رکھے۔

(۲) ایک قلیل تعداد ایسے لوگوں کی مہیا کرنا کہ جو حکومت کے محکموں

میں نمائندگی کرسکیں اور محکموں میں حکومت کی باگ ہاتھ میں لیکر اپنی ذمہ داری کو دیانت و ایمانداری کے ساتھ پورا کرسکیں، اور ملک کی سوشیل، تعلیمی اور دیگر تحریکوں اور انجمنوں کی کارروائیوں میں حصہ لے سکیں:-

موجودہ تعلیم کے تین درجے

(١) پرائمری یا ابتدائی تعلیم

یہ سیاسی مقصد نمبر اول کے لئے ضروری ہے اس کے پانچ درجے ہوتے ہیں جو ایک لڑکی چھ سال کی عمر سے ١١ سال کی عمر تک یقینی حاصل کرسکتی ہے۔ اس کی تکمیل کے بغیر ایک عورت نہ تعلیم یافتہ ہوسکتی ہے اور نہ آئندہ چلکر خواندہ رہ سکتی ہے۔

(٢) سیکنڈری یا مڈل و ہائی اسکول کی تعلیم

یہ مقصد نمبر ٢ کے لیئے لازمی ہے اس کے بھی پانچ اور کہیں کہیں چھ درجے ہوتے ہیں۔ مڈل کی تعلیم ١٣ سال اور ہائی اسکول کی ١٦ سال کی عمر تک تکمیل کی جاسکتی ہے ابتدائی تعلیم کی معلمہ یا کسی تعلیم یافتہ خاندان کی بہو بیٹی کے لیئے یہ تعلیم ضروری سمجھی جانی چاہیئے۔

(٣) کالج و یونیورسٹی کی تعلیم

یہ بھی مقصد نمبر ٢ کے لیئے اعلیٰ تعلیم حاصل کی جانی چاہیئے۔ یہ چار سال سے چھ سال تک حسب معیار حاصل ہوسکتی ہے۔ اس ہی جماعت

سے ہائی اسکول کی ہیڈ مسٹریز، کالجوں کی پروفیسر، لیڈی ڈاکٹر، ڈائرکٹریس
آف ایجوکیشن، انسپکٹریس، سوشیل، ریفارمز، ماہرین قانون اور سیاست
داں خواتین پیدا ہوسکتی ہیں۔

مردوں اور عورتوں کی تعلیم و تربیت کے لئے جو بنیادی اہمیت تعلیم
نسواں کی روایت کو ہے اس کا لحاظ کرتے ہوئے زنانہ تعلیم کا درجہ و وقت
ہر ترقی کا خواہاں قوم کے پروگرام میں مردانہ تعلیم سے پیشتر نظر آنا چاہئے
ہم سیاسی تاریخ نسوان ہند کا مختصر بیان اور موجودہ حالت کا صحیح نقشہ
کھینچنے کی کوشش کرینگے۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ہم علی طور پر اس ضرورت سے
کس قدر آگاہ ہے اور رہیں۔

موجودہ تعلیم نسواں کی تاریخ

تاریخی لحاظ سے موجودہ تحریک تعلیم نسواں کی ابتدا، اسلامی مدرسوں
مکتبوں اور ہندی پاٹھ شالاؤں کے علاوہ عیسائیوں کے مشن اسکولوں میں
آج سے سوا سو سال پیشتر ہو چکی تھی لیکن ۱۸۲۴ء میں مسٹر ہیر (Hare)
اور راجہ رام موہن رائے نے انگریزی تعلیم کی عام ضرورت کا احساس
و تحریک پھیلاتے ہوئے زنانہ تعلیم کی دلیرانہ حمایت کی۔ یہاں تک کہ ۱۸۲۴ء
میں لیڈی امہرسٹ نے جو اس وقت کی وائسرائن تھیں ایک ایسی سوسائٹی
قائم کی جو کلکتہ اور اس کے نواح میں تعلیم نسواں کو فروغ دینے کے لئے
مقرر کی تھی سرپرستی منظور کر لی۔ یہ سوسائٹی تعلیم مروجہ کو عورتوں کے لئے
بہم پہنچانے کی سہولت کی کوششوں میں لگی رہی اس سے چند ہندو عورتوں

نے فائدہ اُٹھایا اور ان عیسائی مستورات نے بھی جو پادریوں کے اثر سے تعلیم کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں۔

مئی ۱۸۴۹ء یعنی غدر دہلی سے آٹھ سال پیشتر مسٹر بیتھون (Bethun) نے جو اس زمانہ کے قانونی ممبر تھے "لارڈ ڈلہوزی" کو زنانہ تعلیم کا گرویدہ بنا کر اس سے یہ فائدہ اُٹھایا کہ کلکتہ میں ایک گرلز اسکول کی بنیاد پڑ گئی۔ یہ اسکول آجتک کلکتہ میں "بے تھیون کالج" نام سے موجود ہے۔ اس طرح تاریخ تعلیم نسواں ہند میں ۱۸۴۹ء موجودہ تحریک تعلیم نسواں کی ایک شاندار یادگار اور ایک بنیادی سال تسلیم کیا جاتا ہے۔ چونکہ زمانہ نازک تھا اس لئے تمام ہندوستانیوں کے جذبات صدمہ پہونچنے کا بیحد خیال تھا لیکن زنانہ تعلیم کی ضرورت اس وقت کے وائسرائے لارڈ ڈلہوزی نے اس قدر شدید تصور کی کہ ایک فرمان کے ذریعہ بنگال کی ایجوکیشنل کونسل کو یہ حکم دیا کہ وہ تعلیم نسواں کی نگرانی و فروغ کو اپنا فرض اولین سمجھے۔

۱۸۵۴ء کے سرکاری "مراسلہ" میں عورتوں کی تعلیم اور مذہبی دست اندازی سے احتراز کے متعلق خاص ہدایات تھیں۔ یہ سب کچھ "کمپنی کے راج" میں ہوا۔

۱۸۵۸ء میں جبکہ غدر ختم ہو گیا اور کمپنی نے ہندوستان کا راج انگلستان کی ملکہ کے حوالہ کر دیا تو ۱۸۵۹ء میں سیکرٹری آف سٹیٹ نے ۱۸۵۴ء کے مراسلہ کی تائید کی اور ۱۸۵۵ء میں پبلک تعلیم کا جو محکمہ قائم ہوا تھا۔ اس کی قوتوں کو بڑھایا، کلکتہ، مدراس، بمبئی یونیورسٹیاں بھی ۱۸۵۵ء ہی میں قائم ہوئیں ۱۸۷۱ء میں مرکزی حکومت نے صیغہ تعلیم کو صوبہ کی حکومت کے قبضہ میں دیدیا۔ اس طرح ہر صوبہ کو اپنی ضروریات کے مطابق گرلز اسکول

اور زنانہ تعلیم کی اسکیم پاس کرنے کا موقع مل گیا۔ بمبئی۔ مدراس و بنگال کے علاوہ دیگر صوبوں نے اس حق سے بہت ہی کم فائدہ اٹھایا۔ اور مسلمانوں نے تو تعلیم جدید کو اپنے مردوں پر حرام کر دیا تھا عورتوں کا تو ذکر ہی کیا۔

سنہ ۱۸۸۲ء میں ایک سرکاری ایجوکیشن مقرر کیا گیا۔ اس نے ابتدائی تعلیم اور تعلیم نسواں پر بہت زور دیا اور یہ بھی صلاح دی کہ ابتدائی تعلیم میونسپلٹیوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کے حوالہ کر دی جائے۔ اور حکومت اپنی قوت نگہبانی اور ترقی تعلیم پر خرچ کرے اسی کمیشن نے قومی مدرسوں کو سرکاری امداد دینے کے طریقہ کی بھی تجویز پیش کی۔

سنہ ۱۹۰۱ء میں لارڈ کرزن نے ایک ایجوکیشنل کانفرنس منعقد کی جسکا نتیجہ سنہ ۱۹۰۲ء میں انڈین یونیورسٹی کمیشن ایکٹ" اور ایک اہم ریزولیوشن کے پاس ہونے کی صورت میں نکلا۔ اس ریزولیوشن نے اس نظریہ کی بڑے زور کے ساتھ تائید و حمایت کی کہ تعلیم نسواں لوگوں کی عملی و اخلاقی درستگی کی مردانہ تعلیم سے کئی درجہ زائد موئید و محرک ہے

سنہ ۱۹۱۱ء میں مسٹر گوکھلے نے جو مرہٹوں کے زبردست لیڈر گذرے ہیں بمبئی کونسل میں ابتدائی تعلیم کو عام جبریہ کر دینے کے لئے بل پیش کیا۔ گو یہ بل پاس نہیں ہوا لیکن اس کا اثر اور مسٹر گوکھلے کی تحریک کا نتیجہ تعلیم نسواں پر اس قدر زبردست ہوا کہ بمبئی پریزیڈنسی میں تعلیم نسواں کی کایا پلٹ ہو گئی۔ پونہ میں پروفیسر کاروے نے "سیوا سدن" کے نام سے ایک زنانہ یونیورسٹی قائم کی جس میں لڑکیوں کی تعلیم کے علاوہ جوان و ادھیڑ۔ شادی شدہ بیوہ عورتوں تک کی تعلیم کا بڑے اعلیٰ پایہ پر انتظام کیا گیا۔

ہندوؤں نے ۱۸۴۹ء سے زنانہ تعلیم کی اہمیت کو محسوس کر کے رفتہ رفتہ ترقی کی اور آج اس میدان میں ہم سے کہیں آگے ہیں۔ اور اپنی ناعاقبت اندیشی کو کہیں اسلام کی آڑ کہیں "پردہ" کے ذمہ اور کبھی مصنوعی محافظت عصمت وعفت کے سر تھوپتے رہے۔

۱۹۱۳ء میں حکومت ہند سے ایک ایجوکیشن ریزولیوشن پاس کیا جس کی رو سے ہندوستان کی عام تعلیمی حالت کی تفتیش وتنقید کی گئی اس کی رپورٹ میں تعلیم نسواں کیلئے یہ خاص بات بتائی گئی کہ زنانہ تعلیم کی تنظیم اب تک نہیں ہوئی ہے اس تنظیم کے ساتھ ہی گرلز سکول کیلئے معلمات کی کمی کا احساس اور انکو مہیا کرنے کی تجویزوں پر بیحد زور دیا گیا ۱۹۱۷ء میں کلکتہ یونیورسٹی کمیشن مقرر کی گئی۔ اس کی رپورٹ پانچ ضخیم جلدوں میں طبع ہوئی ہے یہ رپورٹ بہت ہی مستند مانی گئی ہے۔ اور بڑے بڑے معزز دور اندیش لوگوں کے دماغوں کا نتیجہ ہے۔ اس میں تعلیم نسواں کے متعلق یہ رائے ظاہر کی گئی ہے۔

(۱) زنانہ تعلیم مردانہ کے مقابلہ میں دردناک طور پر پیچھے رہ گئی ہے۔

(۲) تعلیم نسواں پر خانگی سوشیل، قومی وملکی زندگی کا دارومدار ہے۔

(۳) بچوں کی صحیح پرورش صحت وتربیت، آئندہ نسلوں کی تعلیمی ترقی کا راز۔ موجودہ قوم کے اطمینان وخوش حالی کی کنجی تعلیم نسواں کے ہاتھ ہے۔

(۴) خاوند تعلیم یافتہ اور بیوی جاہل، ایک ایسا کمزور رشتہ ہے کہ جس کا ظاہرا نہیں تو باطنی وذہنی طور پر ٹوٹ جانا یقینی ہے اور اسی رشتہ پر خانگی کامیابی وناکامی اور خانگی رشتہ پر قومی وملکی زندگی انحصار ہے۔

اب ۱۹۲۹ء میں ہارٹوگ کمیٹی جو سائمن کمیشن کی امداد کے لئے تعلیمی

حالت کا اندازہ لگانے کو مقرر کی گئی تھی۔ اپنی رپورٹ کے مقدمہ میں یہ پرمعنی جملہ درج کرتی ہے ہم نے تعلیم نسواں کی تحقیقات پر توجہ کی ہے کیونکہ ہندوستان میں زنانہ تعلیم مردانہ تعلیم کے مقابلہ میں بہت ہی پست حالت میں ہے، اور اس لئے بھی کہ آئندہ نسلوں کی تعلیم و تربیت کے لئے تعلیم نسواں ایک بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ اصل رپورٹ میں اس کمیٹی نے ایک ایسے راز کا انکشاف کیا اور ایک ایسی ضرورت پر رائے زنی کی جنکا احساس ہم لوگوں کو ابھی تک عام طور پر نہیں ہوا ہے۔ اور جو ہماری خانگی زندگی کی مسرت و اطمینان میں اندر ہی اندر گھن لگا رہا ہے عورتوں کو چھوڑ کر تنہا مردوں کی ترقی ذاتی، معاشرتی تمدنی، قومی و ملکی رشتوں کو نقصان پہنچائے بغیر نہیں ہو سکتی، ہندوستان کے اوسط اور اعلیٰ طبقہ کے ایک مدت سے تعلیم یافتہ خاوند اور جاہل بیویوں کی کشمکش میں گرفتار ہیں جس کا اثر خانگی زندگی و وقار کے زوال و ضلالت کی صورت میں نمودار ہو کر ذاتی و قومی اخلاق پر پڑتا ہے اور چونکہ زنانہ مردانہ تعلیم کے درمیان ایک وسیع میدان حائل ہو چکا ہے اس لئے اب وقت آگیا ہے کہ ہر تعلیمی ترقی کی اسکیم میں تعلیم نسواں کو اولیت دی جائے۔ ایک لڑکی کی تعلیم گویا ایک ماں کی تعلیم اور اس کے ذریعہ اسکے بچوں کی تعلیم کے معنی رکھتی ہے۔ عورتوں کی تعلیم ملک کے لئے ایک ایسی پوشیدہ قوت ظاہر کر دی گئی ہے کہ جو موقع نہ دیئے جانیکی وجہ سے بیکار و ضائع ہو رہی ہے۔

تعلیمی محکمہ کی حکومت

ہر صوبہ کی تعلیمی پالیسی اور حکومت کا اختیار وزیر تعلیمات اور اسکے ایجوکیشنل سکرٹری کے قبضہ میں ہوتا ہے لیکن یہ حکومت مختلف محکموں کے ذریعہ ہوتی ہے۔

(گورنمنٹ) ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ

اس کا افسر اعلیٰ ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن کہلاتا ہے جو ہمیشہ مرد ہوتا ہے لیکن زنانہ تعلیم کی مشکلات ضروریات کا اندازہ زنانہ اسکولوں اور کالجوں کی نگہداشت اور معائنہ وغیرہ ہندوستان کی سوشیل حالت کا لحاظ کرتے ہوئے مرد کے قبضہ سے باہر ہے اس لئے صوبہ بہار مدراس و پنجاب میں ڈپٹی ڈائرکٹریس" اور یو پی میں چیف انسپکٹریس مقرر کر دی گئی ہیں۔ دوسرے صوبوں کے لئے بھی ان کی ضرورت سختی سے محسوس کی گئی ہے اور عنقریب ہر صوبہ میں ایک عورت اس اعلیٰ عہدہ پر مقرر کر دی جائیگی جس کے ہاتھ میں لڑکیوں کے اسکولوں کی ضرورت کو جانچنا، کسی خاص جگہ میں گرلز اسکول جاری کرنے کی اجازت دینا یا نہ دینا معلمات کو مقرر یا برخاست کرنا نصاب تعلیم میں تغیر و تبدل کرنا۔ نصاب میں کتابوں کو داخل کرنے نہ کرنے کا اختیار، غرضکہ صوبہ کی زنانہ تعلیم کے تمام سیاہ و سفید کی قوت ہوگی ان کو امداد دینے کے لئے اور اسکولوں کا معائنہ، ان کو قائم رکھنے یا بند کر دینے کی صلاح، اسکولوں

کے انتظام کی توصیف و شکایت، گورنمنٹ امداد کے لئے سفارش وغیرہ کرنے
کے لئے انسپکٹریس، ڈپٹی یا اسسٹنٹ انسپکٹریس ہوتی ہیں۔ ان کا نمبر فی الحال
۹۹ ہے۔ ان تمام کا گورنمنٹ کی تین تعلیمی سروس میں سے ایک سے تعلق
ہوتا ہے۔ انڈین ایجوکیشنل سروس و پرونشل ایجوکیشنل سروس اعلیٰ تعلیمی
سروس مانی جاتی ہیں اور پھر سب آرڈینیٹ ایجوکیشنل سروس کا نمبر
آتا ہے اول الذکر سروس میں ۳۶۸ مرد اور صرف ۳۸ عورتوں
کی جگہ ہے۔ ان میں سے ۲۴ یوریپین ہیں اور تین ہندوستانی قابل
عورتوں کی کمیابی کی وجہ سے ۱۱ جگہ خالی ہیں۔ اس سروس سے ڈائرکٹر
ڈپٹی ڈائرکٹریس اور کالج کی پرنسپل اور پروفیسر وغیرہ لی جاتی ہیں
گورنمنٹ ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے قبضہ میں عموماً مڈل اور ہائی اسکول
کا پورا انتظام اور ابتدائی تعلیم کی صرف نگہبانی ہے۔

ابتدائی تعلیم اور ورنیکلر مدارس کے قریب قریب تمام اختیارات و انتظامات
شہروں میں میونسپلٹی اور دیہاتوں میں ڈسٹرکٹ بورڈ مدراس میں تعلقہ
بورڈوں کے ذریعہ ابتدائی و ورنیکلر تعلیم کے مدرسوں کو چلاتے ہیں۔

مثلاً مدراس میں ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل کونسل و سکینڈری ایجوکیشن
بورڈ یو۔ پی۔ اور پنجاب میں ایجوکیشن کمیٹی بمبئی و برما میں اسکول بورڈ یو۔ پی
و برما میں بورڈ آف ورنیکلر ایجوکیشن ہے۔ مدراس، بمبئی و سی۔ پی کے ہائی
اسکول ایجوکیشن بورڈ میں عورتیں موجود ہیں۔ سی۔ پی میں عورتوں کی ابتدائی
تعلیم خود گورنمنٹ کے ہاتھ میں ہے۔ جن تعلیمی انتظامیہ کمیٹیوں میں عورتیں
نہیں ہیں وہاں بہت جلد نامزد یا منتخب کی جانیوالی ہیں

یہ میونسپل و ڈسٹرکٹ بورڈ اپنی ۳۲ کروڑ سالانہ آمدنی میں سے

پونے چار کروڑ۔ روپیہ سالانہ تعلیم پر خرچ کرتے ہیں اور ان کو مندرجہ ذیل اختیارات ہیں۔

(۱) پرائیویٹ مدرسوں کو باقاعدہ و مستند تسلیم کرنا یا نہ کرنا۔
(۲) پرائیویٹ مدرسوں کی امداد مقرر کرنا اور ان کو دینا یا نہ دینا۔
(۳) اسکولوں کو جاری کرانا یا بند کرا دینا۔
(۴) معلمات کو رکھنا، برخاست کرنا، تنخواہ مقرر کرنا اور سزا دینا۔
(۵) مالی ضروریات کو جانچنا۔ خرچ کا تخمینہ لگانا اور تعلیمی خرچ کرنا۔
(۶) مقامی کمیٹیوں اور گورنمنٹ کو تعلیمی معاملات میں صلاح دینا۔
(۷) پبلک پر ایک مقررہ حد تک تعلیمی ٹیکس لگا کر قانوناً وصول کرنا۔
(۸) اور دیگر اختیارات جو قابل وضاحت نہیں۔

یونیورسٹی

کالجوں کی تعلیم اور ہائی اسکولوں کی امتحانی ضروریات کا انتظام یونیورسٹیاں اپنے مختلف بورڈوں کے ذریعہ کرتی ہیں بعض یونیورسٹیوں نے انٹرمیڈیٹ کالجوں وغیرہ کا انتظام مخصوص بورڈوں کو دیدیا ہے اسی طرح بنگال میں ڈھاکہ بورڈ آف انٹرمیڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایگزام۔ یوپی میں بورڈ آف ہائی اسکول اینڈ انٹر ایگزام، پنجاب میں یونیورسٹی بورڈ اور بہار میں "ڈیلی گیسی" فار سیکنڈری اسکول وغیرہ ہیں۔ یونیورسٹی کا تعلق مرکزی حکومت سے بھی ہوتا ہے۔

محکمہ تعلیم کی حکومت

وزیر تعلیمات

ایجوکیشنل سکرٹری

میونسپل یا ڈسٹرکٹ بورڈ | ڈائریکٹر تعلیمات | یونیورسٹی

ایجوکیشن بورڈ | ایجوکیشن کمیٹیاں | ایجوکیشن کونسلیں | یونیورسٹی بورڈ | انٹر و ہائی اسکول ایگزام بورڈ

لیڈی پرنسپل | ڈپٹی ڈائریکٹریس | لیڈی پروفیسر

انسپکٹریس | ڈپٹی انسپکٹریس | سب انسپکٹریس
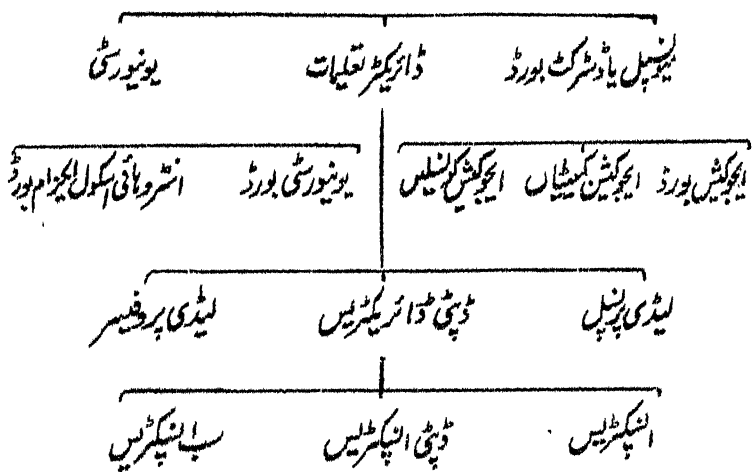
موجودہ تعلیمی حالت

ہندوستان کی زنانہ تعلیم کی موجودہ کیفیت اور اس کی مردانہ تعلیم کے مقابل افسوسناک حالت کا اندازہ مندرجہ ذیل نقشہ سے آسانی سے کیا جاسکتا ہے

درجہ تعلیم	کیفیت	کل اقوام ہند (برٹش انڈیا)			مسلم قوم (برٹش انڈیا)			
		مردانہ	زنانہ	تفاوت لڑکیوں کا لڑکوں سے	مردانہ	زنانہ	تفاوت: مسلم مردوں سے	تفاوت: ہند کی ایک چوتھائی زنانہ آبادی سے
	آبادی	۱۲ کروڑ ۷۰ لاکھ	۱۲ کروڑ ۳۰ لاکھ	۷۰ لاکھ کم۔ تقریباً برابر	۳ کروڑ چند لاکھ	۳ کروڑ	تقریباً برابر	۱/۴ کل زنانہ آبادی سے
عام تعلیم ہند	اسکول و کالج	۱۷۳۲۵۲	۲۸۸۰۱	۱۴۵۲۵۱ کم	۳۴۱۴۹	؟	۰	۰
	زیر تعلیم	۹۳ لاکھ (۹ فیصدی)	۱۷ لاکھ (۱/۲ ۱ فیصدی)	۵ گنا کم	۲۶ لاکھ	۳ لاکھ ۱۲ ہزار	۹ گنا کم	سوا لاکھ کم
	آوارہ بچے	ایک کروڑ ایک لاکھ	ایک کروڑ ۵۱ لاکھ	۵۰ لاکھ زیادہ	۲۷ لاکھ	۳۹ لاکھ	۱۲ لاکھ زیادہ	۲ لاکھ زیادہ
	کل تعلیم پر خرچ	۲۴ کروڑ	سوا دو کروڑ	۲۰ کروڑ ۷۰ لاکھ	۲ کروڑ	۲۵ لاکھ	۱ کروڑ ۷۵ لاکھ	۲۱ لاکھ کم

ابتدائی تعلیم (پرائمری)		کل ۱۶۲۲۶۶	کل ۲۶۶۸۲					
	پرائمری سکول	میونسپل ۵۶۵۹۸	میونسپل ۵۸۳۸	ایک لاکھ ۳۶ ہزار کم				
		گورنمنٹ ۲۳۴۷۰	گورنمنٹ ۳۴۵۳					
		کل ۸۲ لاکھ ۵۷ ہزار	کل ۹ لاکھ ۶۶ ہزار	کل ۳ لاکھ کم	کل ۴۳ لاکھ ۲۲ ہزار	۳ لاکھ دس ہزار		
	زیر تعلیم	درجہ اول درجہ پنجم	درجہ اول درجہ پنجم	سو میں ۱۱ لڑکے اور ۲		درجہ ۱ درجہ ۵	سوا اکیس لاکھ کم	۲ لاکھ ۴۱ ہزار زیادہ
		۳۵ لاکھ ۴ لاکھ	۵ لاکھ ۳۲ ہزار	لڑکیاں خواندہ بنتی ہیں		½۲ لاکھ ۶۴ ہزار		(صرف ابتدائی درجوں میں)
	پرائمری معلم	۲۸۳۳۱۹	۲۶۱۵۶	پونے تین لاکھ کم				
	خرچ	۶ کروڑ	ایک کروڑ	۵ کروڑ سے کچھ کم	تقریباً ڈیڑھ کروڑ	۳۲ لاکھ	ایک کروڑ ۲۰ لاکھ کم	سات لاکھ زیادہ
(سکنڈری یا مڈل و ہائی سکول کی تعلیم)	کل ۵۶۴۵	کل ۹۲۵						
	اسکول	مڈل ۳۲۰۱	مڈل ۶۷۲	۴۶۸۰ کم	تقریباً ۷۰۰			
		ہائی ۲۴۴۳	ہائی ۲۴۳					
		کل ۱۰ لاکھ ۹۳ ہزار	کل ۱ لاکھ ۲۸ ہزار	کل ½۹ لاکھ کم		کل ایک ہزار ۸ سو		ایک لاکھ ۴۴ ہزار کم
	زیر تعلیم	مڈل ½۳ لاکھ	مڈل ۸۸۶۴۹	مڈل ۲ لاکھ ۶۲ ہزار	ایک لاکھ ۳۳ ہزار	مڈل ۱۶۲۹	ایک لاکھ ۳۱ ہزار کم	[illegible]
		ہائی ½۷ لاکھ	ہائی ۴۹۷۵۷	ہائی ۶ لاکھ کم		ہائی ۱۴۳		ایک مسلم لڑکی
	خرچ	۲ کروڑ ۶۲ لاکھ	۶۸ لاکھ	پونے ۲ کروڑ کم	تین لاکھ ایک ہزار	ایک لاکھ ۳۰ ہزار	ایک لاکھ ۲۱ ہزار کم	۲۰ لاکھ کم

یونیورسٹی کی تعلیم	کالج	۲۱۳	۱۹	۱۴۹ کم	۸	۰	۰	۰
	یونیورسٹی	۱۵	ایک بھی نہیں	۰	۰	۰	۰	
	زیر تعلیم	۶۴۰۰۰	۱۹۳۳	۶۲ ہزار کم	۱۴۶۴۸	۳۲	۱۴۶۱۲ کم	۴۵۱ کم (ہزار میں ایک)
	خرچ	کالج ۱ کروڑ ۴ لاکھ	۷۶½ لاکھ	۲ کروڑ ۹ لاکھ کم	۳۱ لاکھ	ایک لاکھ پچیس ہزار	۳۰ لاکھ کم	۱۸ لاکھ کم
		یونیورسٹی ۱ کروڑ		۰	۰	۰	۰	۰
دیگر کالج و اسکول	ٹریننگ اسکول	۴	۱۶۶	۰	۰	۰	۰	۰
	زیر تعلیم پرائمری معلمات	۰	۴۲۶۴	۰	۰	۳۰۳	۰	۸۶۳ کم
	ٹریننگ کالج	۰	۷	۰	۰	۰	۰	۰
	زیر تعلیم سکنڈری معلمات	۱۱۲۴	۱۳۴	ایک ہزار کم	۰	۰	۰	۰
	میڈیکل اسکول	اسکول ۳۲	اسکول ۳	۲۹۰ اسکول کم	۰	۰	۰	۰
		طلبا ۴۵۱۰	طالبات ۴۲۶	۴ ہزار طالبات کم	۰	۰	۰	۰
	میڈیکل کالج	کالج ۱۱	کالج صرف ۱	۱۰ کالج کم	۰	۰	۰	۰
		طلبا ۳۷۴۰	طالبات ۲۰۴	۳½ ہزار طالبات کم	۰	۰	۰	۰

نوٹ: ابتدائی درجوں میں مسلم طالبات دوسری قوموں کے تناسب سے ڈھائی لاکھ زیادہ ہیں اور اپنی تعلیم پر سات لاکھ روپیہ سالانہ زیادہ خرچ کرتی ہیں لیکن ہائی اسکول وکالجوں میں جاکر انکا نمبر ساٹھ ستر گنا گھٹ جاتا ہے اور یہ دو تہائی اڑتیس لاکھ روپیہ سالانہ کم خرچ کرتی ہیں گویا اپنے حصہ کے روپیہ میں سے ۳۳ لاکھ روپیہ سالانہ کا نقصان اٹھاتی ہیں

تعلیم نسواں کے پیچھے رہجانیکی وجوہ

(۱) ابتدا ہی سے زنانہ تعلیم کے لئے گورنمنٹ نے کوئی خاص رقم مقرر نہیں کی ۱۸۸۲ء میں کل ہندوستان کی زنانہ تعلیم پر صرف دس لاکھ روپیہ خرچ کیا گیا ۱۹۱۷ء میں ایک کروڑ خرچ ہوا۔ حالانکہ مردانہ تعلیم پر ۹ کروڑ خرچ کیا گیا ۱۹۲۲ء میں کل تعلیم پر بیس کروڑ خرچ ہوا جس میں صرف دو کروڑ تعلیم نسواں کے حصہ میں آیا ۱۹۲۷ء میں یہ رقم چھبیس کروڑ تک پہنچ گئی لیکن عورتوں کے لئے دو کروڑ ہی رہا۔

(۲) عام طور پر گرلز اسکول مشنری عیسائیوں کے تھے ان سے ہندو مسلمان حفاظت مذہب کے خیال سے زیادہ فائدہ نہ اٹھا سکے۔ تمام ہندوستان میں ۱۹ زنانہ کالج ہیں، مدراس میں ۵، یوپی میں ۵، بنگال میں ۴، پنجاب ۲ اور بہار میں ایک۔ صوبہ بمبئی، برما، سی پی اور آسام میں ایک بھی نہیں، ان ۱۹ میں ۱۲ عیسائی مشن کے ہیں اور صرف ۳ پرائیویٹ اور گورنمنٹ،

(۳) لڑکوں کے لئے موجودہ تعلیم گورنمنٹ ملازمت و دفاتر وغیرہ میں داخلہ اور اس طرح روزی کمانے کا ذریعہ تصور کر لی گئی تھی لڑکیوں کی معاش کے لئے اس کی ضرورت نہ سمجھی گئی اور نہ ضرورت محسوس ہوئی والدین کی اس خود غرضانہ تنگ خیالی نے لڑکیوں کی تعلیم پر روپیہ خرچ نہ ہونے دیا۔ اور اس طرح پرائیویٹ اسکول بھی نہ کھل سکے،

(۴) جو اسکول تھے بھی انکے نصاب تعلیم میں کوئی سہولت عورتوں کی

خانگی ضرورتوں کو مدنظر رکھکر مہیا نہیں کی گئی، اس طرح علم خانہ داری سینا پرونا۔ کاڑھنا، بننا، خانگی تیمارداری، بچوں کا رکھ رکھاؤ، باورچیخانہ وغیرہ کی تعلیم کے نہونے سے لڑکیوں کے لئے کوئی دلچسپی اسکول کی تعلیم میں ایسی نہ تھی جو انکو اور انکے والدین کو اس طرف راغب کر سکتی ہے۔

(۵) مذہبی تعلیم و مشرقی تربیت کے لئے اسکولوں میں کوئی رعایت نہیں کی گئی جس کا نتیجہ بجا طور پر یہ نکالا گیا کہ اسکول کی تعلیم سے عورت سے اپنے آبائی و مادری مذہب سے بے بہرہ ہوکر اس غیر مانوس یوربین تہذیب کی کڑیوں میں جکڑ جائے گی جو مشرقیت کی خانگی زندگی کے لئے سم قاتل ہے۔ گورنمنٹ اسکولوں اور کالجوں میں مذہبی تعلیم قانوناً منع تھی۔

(۶) عورتوں کے جُدا اسکول۔ کالج اور دیگر درسگاہیں کافی تعداد میں موجود نہیں اور جو ہیں ان میں ان ضروریات کا لحاظ نہیں کہ جو مشرقی عورت کو اپنی وطنی خصوصیات کو قائم رکھکر مغربی سائنس و علوم اور موجودہ تہذیب و تمدن سے فائدہ اُٹھانے کے قابل بنا سکیں۔ انیس لاکھ تیرہ ہزار لڑکیاں لڑکوں کے اسکولوں میں تعلیم پاتی ہیں، چار صوبوں میں زنانہ ایک بھی کالج نہ ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ آسام کی تئیس لاکھ عورتوں میں سے صرف ۴ برما کی ساٹھ لاکھ میں سے ۱۳۸ سی پی کے ستر لاکھ میں کل ۱۷۔ اور بمبئی کی ۹۰ لاکھ میں سے صرف ۳۸۲ لڑکیاں کالجوں میں ہیں اور ان سب کو اپنی اعلیٰ تعلیم حصول کے لئے مردوں کے کالجوں میں جانا پڑتا ہے۔ اس کا اثر مسلم پردہ نشین قوم پر اور بھی زیادہ خطرناک ہوا ہے صوبہ بمبئی میں جہاں کوئی زنانہ کالج نہیں ۳۸۲ کالج کی طالبات ہیں ۱۴۲ عیسائی ۱۶۵ ہندو، ۹۹ پارسی اور صرف ایک مسلمان ہے حالانکہ یو پی میں جہاں زنانہ کالج موجود ہیں کالج کی

کل ۱۳۳۴ لڑکیوں میں دس مسلم ہیں۔ اسی طرح جہاں لڑکوں کے ۱۱ میڈیکل کالج اور ۲۲ میڈیکل اسکول ہیں وہاں لڑکیوں کے لئے تمام ہندوستان میں صرف ایک لیڈی ہارڈنگ میڈیکل کالج دہلی اور تین میڈیکل اسکول ویلور آگرہ اور لدھیانہ میں ہیں۔

(۷) جلد شادی ہو جانے کی رسم بھی اعلیٰ تعلیم کے لئے مضر ثابت ہوئی۔ ایک ماہر تعلیمات مسٹر مے ھیو (Mayhew) کا قول ہے کہ کسی قوم کی ترقی اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ اس کی عورتوں میں صحیح علم کے پختہ نتائج کے مظاہرے سے پیشتر ان سے ماں بننے کی صلاحیت کی توقع کی جائے ڈاکٹر متھو لکشمی بائی ریڈی ایم، ایل۔ سی جو مدراس کونسل کی وائس پریزیڈنٹ اور ہارٹوگ (تعلیمی) کمیٹی کی ممبر ہیں زنانہ تعلیم پر اپنے ضمیمہ میں تحریر فرماتی ہیں اعلیٰ طبقہ کے ہندوؤں میں بچپن کی شادی کی رسم ہندو لڑکی کی ترقی کی راہ میں ایک بڑی زبردست رکاوٹ ہے نوے فی صدی لڑکیاں ابتدائی تعلیم کے اختتام سے پیشتر اسکول چھوڑنے پر مجبور رہوتی ہیں، عام اور نیچ ذات کے ہندو بھی جن میں جلدی شادی کی رسم عام نہیں ہے اعلیٰ طبقہ کے ہندوؤں کی دیکھا دیکھی اپنی لڑکیوں کو جلد مدرسہ سے نکال کر گھر میں بٹھا دیتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سی لڑکیاں جو صرف الف بے جانتی تھیں بھول جاتی ہیں اور پھر جہالت کے غار میں ہمیشہ کے لئے جا پڑتی ہیں۔ تمام روپیہ جو ان کی نامکمل تعلیم پر خرچ ہوتا ہے بیکار جاتا ہے۔ لہذا کامل وثوق کے ساتھ میری یہ رائے ہے کہ بچپن کی شادی کو روکنے کا قانون لڑکیوں کو زیادہ مدت تک اسکولوں میں رکھنے اور اعلیٰ تعلیم کی یقینی اشاعت کا بہترین

اور یقینی ذریعہ ہو گا۔"

۱۹۲۱ء کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں اس سال ۲۲ لاکھ ۳۰ ہزار دس برس سے کم عمر کی لڑکیوں کی شادی ہوئی اور ۵۸ لاکھ ۱۵ برس کی عمر سے کم کی۔ ان میں ۱۵ لاکھ مسلمان بچیاں تھیں علمی نکتۂ نظر سے سارداایکٹ" کے پاس ہونے کی یہ وجہ ہے۔

(۸) پردہ اعلیٰ تعلیم کے لئے یقینی طور پر سد باب ہے لیکن ابتدائی تعلیم کے لئے ایک حد تک خارج نہیں۔ نوشت وخواند کی تکمیل پردہ کی عمر سے بیشتر کی جا سکتی ہے۔ مگر صحیح علم جو دنیوی تجربات ذاتی سے حاصل ہوتا ہے اور جو ملکی ضروریات اور خانگی تعلقات میں اپنے مرد کی اعلیٰ تعلیم و ذہنیت کی ہمنوائی کے لئے ضروری ہے۔ پردہ میں رہ کر آجکل ہر عورت کو ہرگز نصیب نہیں ہو سکتا۔ ان خرابیوں کا جو اثر مسلم قوم پر پڑا ہے اس کی کہانی دردناک ہے اعداد و شمار و خشک واقعات کے روبرو جذبات وہٹ دھرمی نہیں چلتی ملاحظہ ہو، تمام ہندوستان کی مستند زنانہ درسگاہوں میں تین لاکھ اکاون ہزار پانچسو اکتیس ہیں، مڈل کلاسوں یعنی ۱۲ سے ۱۴ برس کی عمر تک ان کا نمبر ساڑھے تین لاکھ سے گھٹ کر ڈیڑھ ہزار رہجاتا ہے۔ اور جب ہائی سکول یعنی پندرہ سولہ برس کی عمر تک پہنچتی ہیں تو یہ صرف ایک سو تینتالیس رہجاتی ہیں اور کالج کے زمانہ تک یعنی ۱۸ سے ۲۰ سال کی عمر تک ان کا نمبر صرف تین ملتیس نظر آتا ہے، گویا جس تعلیم کو ساڑھے تین لاکھ مسلم بچیوں سے شروع کیا اس کی تکمیل کے لئے صرف تیس رہ گئیں۔ اس دل آزار حالت کی اور بھی وجوہ ہیں لیکن جیسا کہ، ہارٹوگ کمیٹی کی تحقیقات سے

بھی ظاہر ہوا ہے کہ "پردہ" "بچپن کی شادیاں" "قدامت پسندی" اور "تعلیم جدید سے عناد اعلی تعلیم کے سخت مانع ہے۔

اسی طرح سیاسی نکتہ نظر سے مندرجہ ذیل رکاوٹیں فی الحال ہماری زنانہ تعلیم کی راہ میں حائل ہیں۔

(۱) گورنمنٹی امداد کی کمی

الدار لوگوں کی غفلت اور عام لوگوں کی بے حسی نے لڑکیوں کی درسگاہوں کو کافی تعداد میں نہیں پیدا ہونے دیا۔ مسٹر جی این گوکھلے کا قول ہے کہ ترقی کی رفتار کو تیز کرنے کے لئے لڑکوں کے اسکول بند کردو۔ اور لڑکیوں کے اسکولوں پر تمام روپیہ خرچ کرو لیکن فی الحال یہ عام مشاہدہ ہے کہ گورنمنٹ تمام روپیہ لڑکوں کے اسکولوں پر خرچ کرتی ہے اور جب کبھی بھی محکمہ تعلیم میں کفایت شعاری کا سوال پیدا ہوتا ہے یا جبکہ تعلیم کے لئے روپیہ باقی نہیں رہتا تو سب سے پہلے لڑکیوں کے اسکول بند کر دیئے جاتے ہیں۔ یو۔ پی کے ایک ہی سرکل میں میونسپلٹی نے بھی ایک ہی وقت میں گیارہ زنانہ اسکول صرف اس ہی وجہ سے بند کر دیئے۔ زیادہ اسکول کھولنے۔ یا موجودہ تعلیم کو اعلی پیمانہ پر لیجانے یا زنانہ پرائیویٹ اسکولوں کی گورنمنٹی امداد کے لئے کبھی تعلیمی محکمہ میں روپیہ نہیں ہوتا۔ مرد و عورتوں کی آبادی طلباء و طالبات کی تعداد اور ان پر علیحدہ علیحدہ خرچ کے اعداد و شمار سے یہ غیر انصافی و فرق صاف ظاہر ہو جاتا ہے، مرد سترہ کروڑ اور عورتیں سولہ کروڑ قریبًا ایک کروڑ کا فرق "اندازاً" برابر کا تناسب مردوں کے اسکول سوا دو لاکھ، عورتوں

کے تینتیس ہزار (ایک و سات کا تناسب) طلبا، ایک کروڑ طالبات ہیں لاکھ (ایک و پانچ کا تناسب) مردوں کی سترہ کروڑ آبادی پر پونے چوبیس کروڑ روپیہ اور عورتوں کی سولہ کروڑ آبادی پر صرف سوا دو کروڑ (ایک و بارہ کا تناسب) اگر اصلی فی کس تعلیم کا بھی حساب لگایا جائے تو بیس لاکھ لڑکیوں پر سوا دو کروڑ روپیہ گویا ہر لڑکے کی تعلیم پر ڈہائی گناہ لڑکی سے زیادہ خرچ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ مثال کے طور پر پنجاب و بمبئی کو لیجئے تو پنجاب میں ابتدائی تعلیم پر سالانہ ہر لڑکے پر نو روپے اور لڑکی پر ۱۲ روپے اور اعلیٰ تعلیم پر لڑکے کے لئے ۲۱ و لڑکی کے لئے ۴۵ بمبئی میں ابتدائی تعلیم پر لڑکے کے لئے انیس اور لڑکی کے لئے ۲۰ اور اعلیٰ تعلیم کے لئے لڑکے پر ۸۰ اور لڑکی پر ۱۵ روپے سالانہ خرچ ہوتا ہے۔ تمام ہندوستان کا اگر اوسط لیا جائے تو ابتدائی تعلیم کے لئے لڑکے پر ۸ روپے اور لڑکیوں پر گیارہ روپے سالانا خرچ ہوتا ہے۔ اس وقت ہندوستان میں ڈیڑھ کروڑ لڑکیاں مدرسوں سے باہر بے کار ہیں ان میں سے اسی فی صدی زیر تعلیم لائی جا سکتی ہیں اور ان پر ۱۳ کروڑ روپے سالانہ خرچ ہوگا۔ مرد اور عورتوں کی آبادی قریب قریب برابر ہے اور تعلیم پر اس وقت کل چھبیس کروڑ روپے سالانہ خرچ ہوتا ہے اگر اس کا نصف انصاف کے ساتھ زنانہ تعلیم پر خرچ کیا جائے تو ہندوستان کی ہر لڑکی تعلیم یافتہ ہو سکتی ہے لیکن جبکہ عورتوں کی تعلیم پر مردوں کی تعلیم سے بائیس لاکھ روپیہ کم خرچ کیا جائے تو زنانہ تعلیم کی ترقی کی کیا امید ہو سکتی ہے۔

(۲) صحیح نصاب تعلیم کا فقدان

ملک میں زنانہ کانفرنسیں و سوسائیٹوں نے گورنمنٹ کو اس بات

کی ضرورت کا احساس کرا دیا ہے کہ علم خانہ داری زنانہ صنعت و حرفت، حفظان صحت و بچوں کی پرورش و خانگی تیمارداری وغیرہ کو نسوانی نصاب میں داخل کر دیا جائے اور ایک حد تک ایسا ہوا بھی ہے لیکن مذہبی تربیت و تعلیم مخصوص قومی اخلاق و تہذیب کے لئے گورنمنٹ اپنی غیر طرفدارانہ پالیسی پر قائم ہے۔ اس کے لئے ہمیں خود انتظام کرنا ضروری ہے ہندو صاحبان نے اس کمی کو بہت کچھ پورا کیا ہے لیکن مسلمان ابھی خوابیدہ نہیں ہیں بلکہ کچھ ایسے بھی ہیں کہ جو ایسی تحریکوں میں طرز جدید سے کام لینا اسلامی غیرت و حمیت کے خلاف سمجھتے ہیں۔

(۳) بچپن کی شادی و پردہ

بچپن کی شادی کا سارد ا ایکٹ آج نہیں تو کچھ زمانہ بعد قلع قمع کرے گا اس قانون کا جبر نہیں بلکہ اخلاقی اثر تعلیم یافتہ حلقہ کے لئے بے بہا ثابت ہوگا۔ لیکن اس ایکٹ کے پہلے اگر ابتدائی تعلیم عورتوں میں عام ہوگئی تو بہت سی سوشیل کمزوریاں خود بخود دور ہو جائیں گی۔ پردہ ابتدائی تعلیم میں اگر لڑکی ۶ سال کی عمر سے گیارہ سال کی عمر تک مدرسوں میں رکھی جا سکے حارج نہیں اور جب ابتدائی تعلیم نے عورتوں کی آنکھیں اور انھوں نے دیگر اقوام کی ترقی کے مقابل اپنے آپ کو ہلکا پایا تو اعلیٰ تعلیم کی طرف متوجہ ہو جائینگی اور ہو رہی ہیں) اس وقت چونکہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے، پردہ اپنی وہ صورت اختیار کرلیگا جو اسلامی مساوات جنسی کے عین مطابق ہو اور موجودہ غلامی کے پردہ سے مختلف ماضی قریب تک کو لڑکی کو چند ابتدائی کتابوں کی غیر مکمل تعلیم کے بعد ہی دنیا سے علیحدہ پردہ کی قید میں جا کر جلد ہی کسی گھر کی

ملک اور بچوں کی ماں بن بیٹھنا پھر جہالت کی طرف لیجا ہی رہا ہے۔

(۴) باقاعدہ معلمات کی قلت مدرسوں کی کمی

اور انسپکٹریس کی کمیابی بھی زنانہ تعلیم میں سب سے بڑی رکاوٹ پیدا کر رہی ہے جیسا کہ صوبہ برما کی مثال سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں نہ بچپن میں شادی ہو جاتی ہے اور نہ پردہ ہے، نہ عورت کے حقوق مردوں سے کم مانے جاتے ہیں اور نہ عورت تمام دنیوی کاموں میں مردوں کے حصہ لینے سے جھجکتی ہے۔ وہاں ساٹھ لاکھ زنانہ آبادی میں نو لاکھ لڑکیاں قابل تعلیم ہیں ان میں سے صرف ایک لاکھ ۶۲ ہزار مدرسوں میں ہیں گو یہ امر بھی قابل وضاحت ہے کہ برما میں لڑکوں اور لڑکیوں کا کوئی ابتدائی یا مڈل اسکول ایسا نہیں ہے کہ جہاں عورتیں تعلیم نہ دیتی ہوں لہذا وہاں کی زنانہ تعلیم ہندوستان سے چار گنا زیادہ اور وہاں کی زیر تعلیم زنانہ آبادی کا تناسب ہندوستان کے ہر صوبہ سے بڑھا ہوا ہے اس مقابلۃً ترقی کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ وہاں ذاتیات بیجا دباؤ، پردہ اور بچپن کی شادیاں مفقود ہیں۔ گو ہر ۹ لڑکیوں میں ایک لڑکی کا زیر تعلیم ہونا تعلیمی ذرائع کی کمی کے اثر کو صاف ظاہر کر رہا ہے۔

(کل ہندوستان کی آبادی میں خواندہ وخواندہ) مرد و عورت کا تناسب

زنانہ و مردانہ تعلیم پر خرچ کا تناسب) برٹش انڈیا

کل ہندوستان کی زنانہ آبادی مسلم و غیر مسلم (اور زیر تعلیم ہندو و مسلم لڑکیوں کا تناسب)
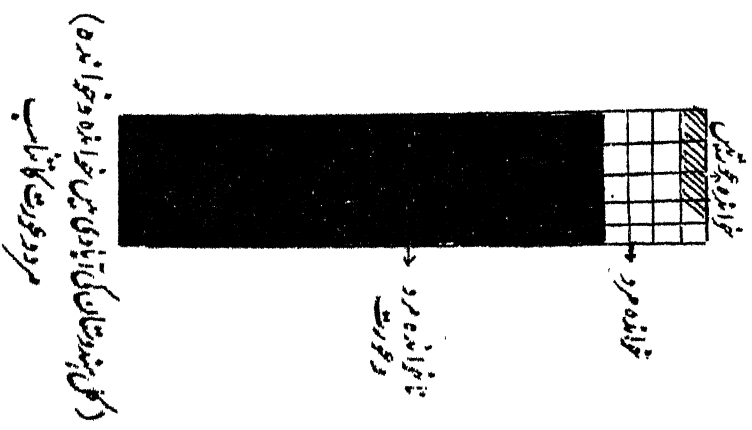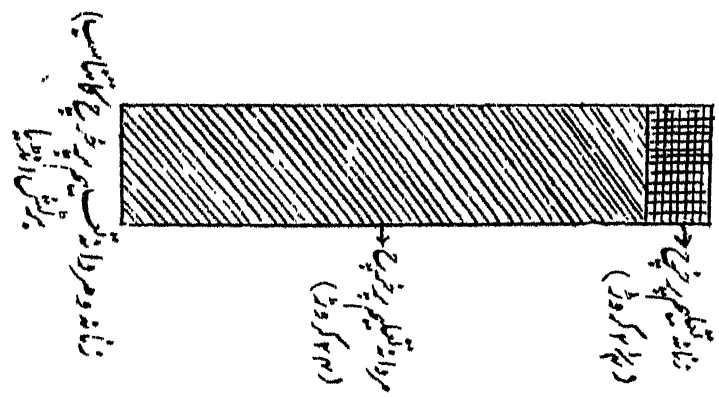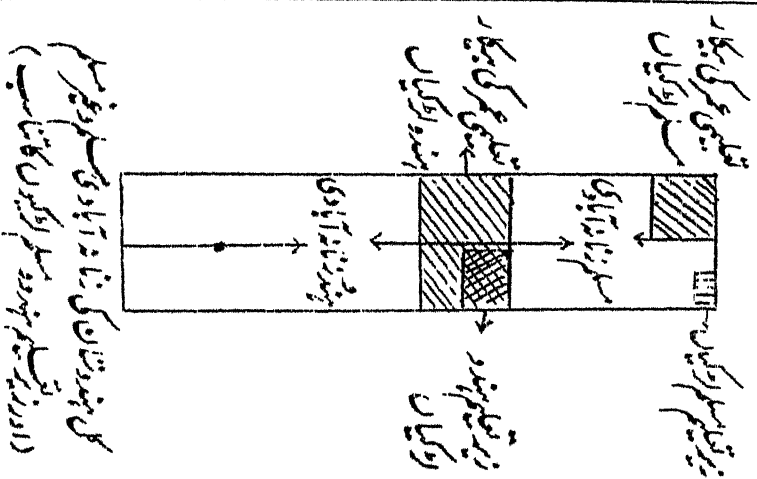
ہندو صاحبان اور دیگر اقوام نے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے کیا کیا

بنگال میں سروجنی نلینی دت میموریل ایسوسی ایشن جس کا مرکز کلکتہ اور جس کی تمام بنگال میں ۲۲۳ زنانہ درسگاہیں عورتوں کی زندگی کو اعلیٰ معیار لانے کے لیئے پرزور کام کر رہی ہیں۔ اسی طرح برہمو سماج مشن اور رام کرشن مشن کے کارنامے اور لیڈی بوس و مسز ندرے کی ایسوسی ایشن و کلب وغیرہ ہندو بنگالی عورتوں کے لیئے نعمت غیر مترقبہ ہیں۔

پنجاب میں سر گنگا رام کا حرفتی کارخانہ بیواؤں کے لیئے تربیت گاہیں کنھیا لال دیالہ جالندھر اور سناتن دھرم کی کارروائیوں نے وہاں کی ہندو عورتوں میں ایک روح پھونک دی ہے۔

بمبئی و مدراس کی سیوا سدن اور پونہ کی دکن ایجوکیشنل سوسائٹی نے اپنی عورتوں کی تعلیم کے لیئے نائٹ اسکول، معمر عورتوں کی کلاسیں گھروں پر جا کر عورتوں کو تعلیم دینے کا انتظام، خانہ داری کی تعلیم و تربیت کی سہولیت بڑی قربانی و صدق دلی اور قومی خدمت کے جذبہ پاک کے تحت میں مہیا کر رکھی ہے، ملک میں ۴۸ ایسے مستند زنانہ اسکول بھی ہیں کہ جن میں ۱۳۵۱ جوان و معمر عورتیں خانہ داری سے فرصت پانے کے بعد اپنی تعلیمی حالت درست کرتی ہیں لیکن ان درسگاہوں وغیرہ کے علاوہ ہندوؤں کیلئے قابل فخر اور مسلمانوں کے لیئے قابل تقلید پروفیسر کاروے کی زنانہ یونیورسٹی ہے جس کے زیر نگرانی تین زنانہ کالج، سولہ اسکول اور پونہ سیوا سدن جیسی

درسگاہ ہے، جہاں صرف بیوہ شادی شدہ معمر عورتوں کو تعلیم یافتہ بنانے کی کوشش میں یہاں تک کامیابی ہوئی ہے کہ بہت ہی کم زمانہ میں وہاں سے ڈیڑھ ہزار عورتیں اصلی معنوں میں تعلیم یافتہ ہو کر نکلی ہیں پروفیسر کاروے نے اپنے ایک لیکچر میں فخریہ طور پر فرمایا "کسی خاص طرز تعلیم کی خوبی کو جانچنے کے لئے دو سوال کافی ہیں۔

(۱) جو لوگ اس طرز پر تعلیم پا چکے ہیں ان کو اپنی روزانہ زندگی کے واقعات کی رہنمائی کے لئے اپنے علم سے فائدہ اٹھانے کی قابلیت ہے یا نہیں (۲) ان میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے شوق کو قائم رکھنے کی اہلیت پیدا ہو سکی ہے یا نہیں، ہم نے دس برس کے عرصہ میں ساٹھ گریجویٹ عورتیں بنائیں، تین ملک کے مختلف صوبوں میں اسکولوں کی اعلیٰ افسر ہیں (ہیڈ مسٹریز) سات نے ستارہ، بلگام، بمبئی، شولاپور والی رت نگری اور سنگاسی میں نئے زنانہ اسکول جاری کئے، تین یورپ اعلیٰ تعلیم کے لئے گئی ہوئی ہیں۔ ہماری گریجویٹ کالج سے نکلتے ہی قومی خدمت اور ملکی کاموں کے لئے منتخب کر لی جاتی ہیں، طبی و سوشیل کاموں اور تعلیمی امداد کے لیے ہماری پاس شدہ طالبات کی مانگ نیپال و بہشان تک سے آتی ہے ہمکو ان کاموں میں گورنمنٹ سے کوئی امداد نہیں ملتی۔

ہندوؤں کے علاوہ عیسائیوں کے لئے مختلف مشن و ینگ کرسچین ایسوسی ایشن۔ بہت گرانقدر کام کر رہی ہیں۔ پارسیوں اور سکھوں کی بھی مختلف زنانہ انجمنیں ہیں جو ان کی عورتوں کو سوشیل، علمی و ملکی ضروریات کی تعلیم دے رہی ہیں انکے مقابلہ میں مسلمانوں کی حالت کا اندازہ کیجئے۔

مسلم مستورات کی تعلیمی حالت زار

(۱) مسلمانوں کی کوئی ایسی درسگاہ نہیں جو پونہ "سیوا سدن" کا مقابلہ کر سکے یا جہاں سے سوشل طبی، صنعتی اور علمی ضروریات کے لئے تعلیم یافتہ عورتیں مہیا کی جا سکیں اور نہ ہی کوئی ایسی انجمن ہے جو مکتبوں و یتیم خانوں سے آگے بڑھکر عورتوں کے لئے کوئی کام کر رہی ہو

(۲) کل برٹش انڈیا میں بارہ کروڑ تین لاکھ عورتیں ہیں ان میں تقریبًا تین کروڑ مسلم خواتین ہیں انکی تین لاکھ بارہ ہزار سات سو چار بچیاں زیر تعلیم ہیں گویا ہر سو مسلم لڑکیوں میں سے ایک مدرسہ میں ہے اور ۹۹ بیکار کھیلتی پھرتی ہیں۔ زیر تعلیم مسلم لڑکیوں میں بھی تیس لاکھ دس ہزار ایک سو ابتدائی تعلیم کے درجہ اول و دوئم میں ہیں جہاں صرف الف بے سکھایا جاتا ہے، ایک ہزار سات سو درمیانی (مڈل) درجہ میں اور صرف ایک سو تینتالیس اعلیٰ تعلیمی درجوں میں (میٹرک) اور کالجوں میں جا کر یہ نمبر صرف ۳۲ ہی رہجاتا ہے جہاں ایک پروفیسر کاروے کی ہندو زنانہ یونیورسٹی نے ساٹھ گریجویٹ پیدا کیں وہاں ہندوستان کی تمام کالجوں اور یونیورسٹیوں میں مسلمانوں کی صرف ۳۲ عورتیں ہیں، یہ اعداد و شمار ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی ہر سو عورتوں میں ایک زیر تعلیم ہے۔ ابتدائی تعلیم یافتہ جس کو نوشت و خواند آتا ہے ہر دو ہزار میں ایک مڈل کلاس تک پہنچکر ہر بیس ہزار میں ایک میٹرک درجوں میں ہر دو لاکھ میں ایک اور کالج میں چلکر فی دس لاکھ مسلم عورت ایک لڑکی ہے اس

حالت کے ہوتے ہوئے بعض اردو رسائل و قدامت پسند اصحاب
کا یہ شور کہ ہمارے گھر برباد ہوتے جاتے ہیں۔ نئی روشنی و تعلیم
غضب ڈھا رہی ہے قبل از مرگ واویلا کا مصداق ثابت ہوتا ہے
اگر تین کروڑ عورتوں میں بیس لڑکیاں کالجوں میں نظر آئیں تو ہمارا
اللہ ہی مالک ہے۔ کل برٹش انڈیا میں ۱۸ لاکھ لڑکیاں زیر تعلیم ہیں
ان میں صرف تین لاکھ مسلم ہیں جن میں صرف ایک سو تریسٹھ اعلیٰ
تعلیمی درجوں میں ہیں دوسری قوموں کی لڑکیوں کی صرف کالجوں
میں دو ہزار تعداد ہے گویا فی ایک لاکھ آبادی ایک لڑکی کالج میں
ہے۔ اس طرح ہم زنانہ اعلیٰ تعلیم میں دوسروں سے دس گنا پیچھے ہیں
اور چونکہ آبادی کے لحاظ سے ہم ہندوستان کا پانچواں حصہ ہیں
اس لئے ملکی تعلیمی دوڑ دھوپ اور زمانہ کی تیز رفتاری میں ہماری اعلیٰ
زنانہ تعلیم پچاس گنا پیچھے ہے۔

(۳) علمی نقصانات کے علاوہ جو مالی نقصان ہم لوگ اُٹھا رہے
ہیں اس کا اندازہ صرف ایک مثال سے ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ مڈل
اور ہائی اسکول میں کل ایک لاکھ چالیس ہزار لڑکیاں تمام اقوام کی
ہیں ان کی تعلیم پر ہمارا استاسی لاکھ چالیس ہزار روپیہ سالانہ خرچ ہوتا
ہے ان اسکولوں میں مسلم لڑکیاں صرف چودہ سو ہیں۔ جن پر کل خرچ
گیارہ ہزار روپیہ سالانہ کے قریب ہوتا ہے برٹش انڈیا میں ہماری زنانہ
آبادی کا تناسب دیگر زنانہ آبادی سے چوتھائی ہے۔ اس لئے ہمارے
حصہ میں اکیس لاکھ پچاسی ہزار روپیہ آنا چاہئے لیکن ہم اس میں سے
صرف گیارہ ہزار کام میں لاتے ہیں اور باقی اکیس لاکھ چھ ہزار روپیہ

ہمارے کام میں نہیں بلکہ دوسروں کے کام میں آتا ہے کیا مسلم خواتین میں اس کثیر مالی نقصان برداشت کرنے کی استطاعت ہے عجیب تماشہ ہے کہ قومی روپیہ بھی کھوئیں اور جاہل بھی رہیں۔

(۴) صوبہ وار لیجئے تو بنگال، پنجاب، سندھ، مالابار (موپلا) اور کشمیر میں مسلمانوں کی تعداد ہندوں سے زیادہ ہے کشمیر میں تعلیمیافتہ عورتوں کی تعداد ایک ہزار میں تین ہے اور ان میں بھی مسلمان عورتوں کی ہزاروں میں مشکل سے ایک سندھ کی ۳۲ لاکھ آبادی میں چوبیس لاکھ مسلمان ہیں ان میں تقریباً گیارہ لاکھ مسلم خواتین ہیں اور ان کی صرف گیارہ ہزار لڑکیاں زیر تعلیم ہیں اور یہ سب الف بے پڑھتی ہیں۔ مڈل و ہائی اسکول تک انہیں سے صرف سترہ لڑکیاں پہنچی ہیں۔ اور کالج میں اللہ کا نام۔ مڈل اور ہائی اسکول پر وہاں چودہ لاکھ روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے اس میں سے ہماری زنانہ آبادی کے لحاظ سے ہماری لڑکیوں پر ساڑھے دس لاکھ روپیہ خرچ ہونا چاہیئے تھا لیکن ہم صرف دو ہزار روپے سالانہ کا فائدہ اُٹھاتے ہیں بنگال میں ایک کروڑ چالیس لاکھ مسلم عورتیں ہیں۔ ان میں سے صرف دو لاکھ ۲۶ ہزار زیر تعلیم ہیں اور صرف دو ہزار کے قریب الف بے سے آگے ہیں تمام لڑکیاں پہلی جماعت کے بعد ہی اسکول چھوڑ دیتی ہیں دوسرے درجہ تک سو میں صرف سترہ لڑکیاں رہجاتی ہیں اور اعلیٰ تعلیم تو وہاں ابھی شروع تک نہیں ہوئی آسام کی گیارہ لاکھ زنانہ مسلم آبادی میں صرف آٹھ لڑکیاں مڈل کلاس سے آگے ہیں، اور سی۔ پی کی ڈھائی لاکھ میں صرف ایک لڑکی مڈل سے آگے ہائی اسکول کے درجہ میں ہے۔ جب کالج کی تعلیم پر نظر ڈالیئے تو بنگال کی ڈیڑھ کروڑ مسلم خواتین کی صرف

پانچ بچیاں کالج میں ہیں، مدراس کی چودہ لاکھ میں چار، یو پی کی ۲۳ لاکھ میں پنجاب کی ستاون لاکھ میں بارہ اور بمبئی کی ۲۰ لاکھ میں صرف ایک۔ اور سی پی، بہار، اڑیسہ اور آسام کی کالجیں مسلم خواتین سے بالکل خالی نظر آتی ہیں ہندوستان کے مغربی ساحل پر ایک عربی النسل مسلم قوم "موپلا" بارہ لاکھ کی تعداد میں آباد ہے ان کی تقریباً چھ لاکھ عورتوں کی ایک لاکھ بچیوں کا سوائے مکتب و مسجد کے مدرسوں کے اور کوئی انتظام نہیں۔ انکے لئے ایک بھی مڈل ہائی سکول مہیا نہیں کیا گیا ہے، انکی کثیر تعداد حالانکہ اس صوبہ میں رہتی ہے جہاں زنانہ تعلیم بہت ترقی یافتہ ہے، جہاں صرف معلمات کا نمبر دس ہزار اور جہاں لڑکیوں کے لئے سات کالج اور ننانوے ہائی اسکول ہیں اور جہاں پچاس لاکھ روپیہ سالانہ صرف زنانہ تعلیم گاہوں پر خرچ ہوتا ہے۔

(۵) اعلیٰ تعلیم کے دیگر شعبوں میں بھی یہی کیفیت ہے ٹریننگ اسکولوں میں جہاں معلمات تیار کی جاتی ہیں چار ہزار چھ سو چھیاسٹھ طالبات ہیں ان میں صرف تین سو تین مسلم ہیں۔ ٹریننگ کالجوں میں جہاں بی اے کرنے کے بعد داخلہ ہوتا ہے اور جہاں سے مستند ہو کر ہیڈ مسٹریس وغیرہ کے عہدہ پر نکلتی ہیں ایک سو تیس عورتوں میں صرف دو مسلمان ہیں۔ میڈیکل اسکول و کالجوں میں کہیں کہیں کوئی صورت نظر آتی ہے لا کالج (قانون) میں نو عورتیں زیر تعلیم ہیں اور وہ سب غیر مسلم گویا اعلیٰ تعلیم کے عام محکموں میں چھ ہزار سات سو چھہتر طالبات میں صرف ایک سو تینتالیس مسلم ہیں

(۶) محکمہ تعلیم پر نظر ڈالئے تو تین ڈپٹی ڈائریکٹریس اور ایک چیف انسپکٹریس

اور ایک چیف انسپکٹریس ہندوستان میں مقرر ہو چکی ہیں، جو اپنے صوبوں کی زنانہ تعلیم کے سیاہ و سپید کی مالک ہیں انمیں ایک بھی مسلم خاتون نہیں۔ مسلم انسپکٹریس و ڈپٹی انسپکٹریس اور معلمات و لیڈی پروفیسر وغیرہ کا کمی اسی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ہندوستان کے پانچ صوبوں بمبئی مدراس، یو پی، سی پی، اور آسام کو جبریہ زنانہ تعلیم کی اجازت مل گئی ہے۔ اور بمبئی و مدراس میں جبریہ و مفت تعلیم شروع بھی کردی گئی ہے مگر مسلم لڑکیاں اس سے مستثنےٰ کرائی گئی ہیں یا للعجب! جن کا مذہب تعلیم کو جبریہ قرار دے رہا ہے وہ ملکی قانون سے مستثنےٰ ہونا اپنے لئے ضروری سمجھتے ہیں!!!

سیاسی و ملکی ضروریات کیلئے ہمیں کیسی تعلیمیافتہ خواتین کی ضرورت ہے اور مستقبل قریب میں ہوگی

ا۔ معلمات

زمانہ کی روش اور موجودہ ذرائع حصول تعلیم کا لحاظ رکھتے ہوئے علوم مغربی کے حصول اور ہیڈ مسٹریس وغیرہ کے لئے ہمیں ایک کافی تعداد، ایم۔ اے اور بی اے، ایل، ٹی، علوم والسنہ شرقیہ کے لئے منشی فاضل و عالم فاضل، ننھے بچوں کی تعلیم کے لئے ماہرات کنڈر گارٹن، اور صنعت و کاریگری، خانہ داری و دستکاری سکھانیوالیوں کی ضرورت ہے موجودہ نصاب و طرز تعلیم نسواں کے نقائص و معائب

کا احساس ہو چکا ہے اس سے بہتر تعلیم کے طریقے ایجاد ہوتے
رہیں لیکن ہمیں موجودہ ذرائع و طرز تعلیم سے فائدہ اٹھانا ہی پڑے گا
اس تعلیم کے نقائص کو برداشت کرنا قومی ایثار و ملکی خدمت شمار کئے
جانے کے قابل ہے۔

ابتدائی تعلیم کے لئے معلمات

ہارٹوگ کمیٹی لکھتی ہے۔ یہ مسلمہ ہے کہ ابتدائی اسکولوں کے لئے
معلمین سے معلومات بہتر و موزوں ہوتی ہیں لڑکیوں ہی کو نہیں
بلکہ لڑکوں کے لئے بھی معلمات کی ضرورت ہے تعلیم نسواں کی ترقی
کے لئے بہترین راہ یہ ہے کہ سب سے پہلے قابل و مستند معلمات
بہم پہنچائی جائیں۔ مڈل اسکول سے پاس شدہ طالبات کو انتخاب کرکے
ٹریننگ اسکول میں معلمہ گیری کی تعلیم دینے کے لئے معلمات طیار
کی جاسکتی ہیں اس لئے مڈل اسکولوں اور ان میں طالبات کی تعداد
اور ٹریننگ اسکول کافی تعداد میں مہیا کئے جانا چاہئے اس ضرورت
کو مدراس گورنمنٹ محسوس کرکے ایک سو مڈل اسکول اور اسی ہندوؤں
کے لئے اور دس مسلم خواتین کے لئے ٹریننگ اسکول دیہاتوں میں
جاری کرنے کا ایک دس سالہ پروگرام تیار کر رہی ہے فی الحال جو
حالت ہے ملاحظہ ہو۔ تمام ہندوستان میں سات سو بائیس زنانہ مڈل
اسکول ہیں ان میں کل تنتیس ہزار طالبات جن میں کل ڈیڑھ ہزار مسلم
ہیں اور کل چھ ہزار سات سو ستر مڈل پاس کر چکی ہیں گویا ہندوستان
میں بیس ہزار عورتوں میں ایک لڑکی مڈل پاس ہے جو ابتدائی تعلیم

کے لئے معلمہ بنائی جاسکتی ہے ابتدائی مدرسوں میں کم ازکم تیس اور زیادہ سے زیادہ چھتیس لڑکیوں کے لئے ایک اُستانی کی ضرورت ہوتی ہے اس حساب سے ہمیں صرف اپنی ان تین لاکھ لڑکیوں کے لئے جو ابتدائی مدرسوں میں موجود ہیں دس ہزار مسلم معلمات کی ضرورت ہے فی الحال مسلم لڑکیاں جو معلمات بن رہی ہیں کل تین سو تین ہیں گویا ہمیں نو ہزار سات سو مسلم معلمات کی ابتدائی مدرسوں کے لئے فوری ضرورت ہے ہارٹوگ کمیٹی کی رائے ہے کہ مسلم زنانہ مدرسے خاص طور پر مسلم اُستانیاں چاہتے ہیں، اس کی وجہ ظاہر ہے کیونکہ مسلم بچیوں کی تعلیم وتہذیب اسلامی اور اخلاق وعادات مخصوصہ کی نشو ونما کی نگہبانی ایک مسلم خاتون ہی خوب کرسکتی ہے فی الحال اگر ہندوستان کی تمام وہ مسلم لڑکیاں جو مڈل کلاس میں ہیں مڈل پاس کرکے ٹریننگ اسکولوں میں داخل کرلی جائیں اور سب کی سب پاس کرکے معلمہ گیری اپنا پیشہ بنالیں تو بھی ہماری ضرورت پوری نہیں ہوسکتی اور ہمیں آٹھ ہزار معلمات کی پھر بھی فوری ضرورت باقی رہے گی۔

مڈل و ہائی اسکول کیلئے معلمات

اس کے لئے ان گریجویٹ عورتوں کی ضرورت ہے کہ جو بی اے کے بعد ٹریننگ کالجوں میں سند حاصل کرسکیں ہندوستان میں فی الحال سات زنانہ ٹریننگ کالج ہیں بنگال میں تین، مدراس میں دو، یو۔پی اور پنجاب میں ایک ایک امبئی سی پی، برما و آسام بہار و اڑلیسہ

میں ایک بھی نہیں، ان سات میں بھی پانچ مشن کالج ہیں اور دو گورنمنٹ ان میں ہماری صرف دو مسلم لڑکیاں مڈل و ہائی اسکول کی معلمات بننے کے لئے تعلیم پا رہی ہیں ہماری موجودہ مڈل و ہائی اسکول کی اٹھارہ سو مسلم طالبات کے لئے ہمیں کم از کم ساٹھ معلمات چاہئیں گویا اٹھاون مسلم استانیوں کی ہائی و مڈل اسکولوں کے ہمیں آج ہی ضرورت ہے۔

۲۔ لیڈی ڈاکٹر و نرسیں

حفظان صحت، ملکی ہسپتالوں کی ضرورت اور عام پبلک کی خواتین کی طبی امداد کے لئے ہمیں ایک ایسا طبقہ ضروری طور پر پیدا کرنا ہے کہ جو قوم کی جسمانی تکالیف و امراض اور نسلوں کو تندرست و قوی بنانے والے کارکنوں کے دوش بدوش کام کرکے اس قومی و ملکی خدمت میں دیگر ہمسایہ قوموں سے پیچھے نہ رہے۔ مصیبت و بیماری کے وقت دوسروں کا دست نگر ہونا مسلم خواتین کے لئے باعث ننگ ہونا چاہئے فی الحال ملکی تو کجا اپنی ذاتی ضروریات ہی کے لئے لیڈی ڈاکٹر و نرسیں مسلمانوں میں موجود نہیں، آئندہ نسلوں کی صحت و بہتری کے لئے اس طبقہ کی ترقی کی سخت ضرورت ہے، ملک میں اس کے متعلق کیا ہوچکا اور ہو رہا ہے غور سے ملاحظہ فرمایئے وہ مجلس جو طب و حفظان صحت کے لئے ملک میں قائم ہیں ان میں سے بہت اہم و مشہور مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) کونسل آف نیشنل الیسوسی ایشن (لیڈی دفرن فنڈ) جسکے تین مرکز عملی ہیں جہاں سے لیڈی ڈاکٹر، اسسٹنٹ، نرسیں دائیاں

تیار کی جاتی ہیں۔

(۲) ٹریننگ ریزرو ڈ ویمین میڈیکل سروس لیڈی ڈاکٹروں کو تجربہ کی سہولیت بہم پہنچاتی اور اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے روپیہ سے غیر ممالک میں بھیجتی ہے۔

(۳) الیسوسی ایشن آف میڈیکل ویمین آل انڈیا ہندوستان کی کل چارسو لیڈی ڈاکٹروں میں سے تین سو چالیس اس کی ممبر ہیں' یہ ایک زور دار جماعت ہے جو عورتوں کے حقوق حفظان صحت وغیرہ پر گورنمنٹ سے امداد حقوق طلب کرتی رہتی ہے۔

(۴) وکٹوریہ میموریل اس کالرشپ فنڈ۔ یہ دائیوں کی سائنٹفک تعلیم کے لئے مخصوص ہے۔

(۵) لیڈی چیمسفورڈ لیگ۔ اس کا خاص کام حفظان صحت اور زچہ بچہ کی حفاظت کے متعلق تعلیم دینا ہے۔ اس کا زیادہ تر روپیہ حفظان صحت کے اسکولوں پر خرچ ہوتا ہے کہ جہاں ہیلتھ انسپکٹرسیں اور ایسی عورتیں تعلیم و تربیت پاتی ہیں کہ جو آئندہ چلکر حفظان صحت کے محکموں میں کام کرسکیں بڑی میونسپلیٹوں اور محکمہ حفظان صحت کو ایسی عورتوں کی سخت ضرورت ہے جو انکے زیر حکومت حلقوں میں نسوانی تندرستی بچوں کی دیکھ بھال زچہ وبچہ کی حفاظت' دائیوں کی تربیت اور دیگر ایسے ہی کاموں کو کرسکیں۔

ان تمام جماعتوں پر جو قومی روپیہ خرچ ہوتا ہے وہ مرکزی حکومت کے فنڈ یا دیگر طریقوں سے ہماری ہی جیبوں سے جاتا ہے صرف "ڈفرن فنڈ" میں اس وقت سات لاکھ روپیہ جمع ہے جس کی

سالانہ آمدنی اکتالیس ہزار روپیہ ہے جو ہندوستانی لیڈی ڈاکٹروں کی تعلیم کے لئے وظائف اور زنانہ ہسپتالوں پر خرچ ہوتی ہے ان ایسوسی ایشن وغیرہ کو اہمیت اور ان کی سیاسی قوت کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ ہم انکی مختصر تاریخ و انکے سیاسی مطالبات اور ان پر گورنمنٹ کی کارروائی کا کچھ بیان کریں۔ ملکہ وکٹوریہ نے "لیڈی ڈفرن اس وقت کی وائسرائن کو ہدایت کی تھی کہ وہ ہندوستان کی عورتوں کے علاج ومعالجہ کا لیڈی ڈاکٹروں کے ذریعہ انتظام کریں" وائسرائن نے ۱۸۸۵ء میں یہ کام شروع کیا اور اس کے لئے ایک ایسوسی ایشن قائم کی جس کے فرائض یہ ہیں۔

(۱) عورتوں کو ڈاکٹری دایہ گیری نرسنگ وغیرہ کی تعلیم دینا (۲) عورتوں اور بچوں کے لئے ہسپتال کھولنا جن کی افسر عورت ہو (۳) جہاں یہ ممکن نہ ہو وہاں موجودہ ہسپتالوں میں زنانہ بیماریوں کے علاج کے لئے گورنمنٹ سے علیحدہ کمرہ لینا اور وہاں لیڈی ڈاکٹر رکھنا اور جہاں زنانہ ہسپتالیں ہوں وہاں لیڈی ڈاکٹر وغیرہ مقررہ وہیا کرنا (۴) اس تمام کام انتظام کرنا اس نے اور ایسوسی ایشن آف میڈیکل ویمین نے اپنے حقوق کی نگہداشت اور زنانہ صحت کی امداد کے لئے گورنمنٹ کو وقتاً فوقتاً آگاہ کرکے ایک ایسا محکمہ قائم کروالیا کہ جو (زنانہ) "ویمین میڈیکل سروس" کہلاتا ہے اس سروس میں فی الحال ۴۱ لیڈی ڈاکٹر ہیں جنمیں بائیس ہندوستانی اور انیس برٹش ان میں سے آٹھ زنانہ میڈیکل کالج کی پروفیسر ہیں اور باقی بڑی بڑی ہسپتالوں کی انچارج ہیں ڈفرن فنڈ کی کل زنانہ ہسپتالیں ۲۰۷ کے قریب

ہیں اس سروس کا ۱۹۱۴ء میں تقرر ہوا اس کے لئے گورنمنٹ نے ۱۹۱۵ء
میں پچاس ہزار روپیہ تک دینے سے انکار کر دیا تھا۔ لیکن اس کی
اہمیت یہاں تک بڑھی کہ اس کے قیام پر ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ گورنمنٹ
نے دینا منظور کر لیا، ۱۹۲۱ء میں یہ رقم تین لاکھ ستر ہزار کر دی گئی ۱۹۲۶ء
میں پانچ لاکھ سالانہ کے لئے اور اس سروس کو انڈین میڈیکل سروس
(جس کے ممبر ہمارے سول سرجن وغیرہ ہیں) کے برابر درجہ دیئے جانے
کی درخواست گورنمنٹ سے کی گئی جو منظور نہ ہونے کی وجہ سے
سائمن کمیشن کے روبرو پیش کردی گئی ہے اور یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ
اگر حکومت ہند قانوناً یہ روپیہ دینے سے معذور سمجھی جاتے تو قانون
بدل دیا جائے اور نئے قانون کے ذریعہ حکومت ہند کو اختیار دیا جائے
کہ وہ سروس کے درجہ اور اس کی امداد کو تسلیم کرلے یہ مطالبات
جاری ہیں اور آئندہ ہماری تمام لیڈی ڈاکٹر و زنانہ محکمہ صحت وطب
تمام لیڈی افسران اس ہی سروس میں سے ہوا کریں گی، اس ہی ضمن
میں "ایسوسی ایشن آف میڈیکل ویمن ان انڈیا کے مطالبات بھی
قابل غور ہیں۔

(۱) کمشنر آف پبلک ہیلتھ "محکمہ میں عورتیں (لیڈی ڈاکٹر) مقرر
کیجائیں جن کے سپرد زچہ خانہ و ننھے بچوں کی صحت کا کام ہو۔

(۲) صوبوں میں " ڈائرکٹر آف پبلک ہیلتھ "کی اسسٹنٹ یا ڈپٹی لیڈی
ڈاکٹر مقرر کیجائیں جو عورتوں کی طبی امداد کی ضامن ہوں۔

(۳) اصول صحت کے ذرائع پر ایجادات وریسرچ محکمہ میں عورتوں
کا تقرر کیا جائے کہ جو مخصوص امراض نسواں کی وجوہ پر تفتیش و علمی

تحقیق و تدقیق کریں اور اس کا سراغ لگائیں کہ ہندوستان میں زچہ و بچہ کثیر تعداد میں موت کا شکار ہوتے ہیں۔

(۴) ویمین میڈیکل سروس کو زیادہ قوی اور وسیع کر دیا جائے۔ ان جماعتوں کے مطالبات اور گورنمنٹ کا ان سے متاثر ہوتے رہنے کی وجہ سے ان کی قوت وسیاسی اہمیت آپ پر واضح ہو گئیں ہو گی اب غور فرمایئے کہ کیا اس ملکی خدمت وضرورت اور زنانہ محکمۂ طب کی ترقی میں مسلم خواتین کو حصہ لینے کی ضرورت نہیں ہے؟ اگر ہے تو کیا وہ تعلیم جو آجکل ہم نے اپنی عورتوں کے لئے کافی سمجھ رکھی ہے ان تمام ایسوسی ایشن وسروس وغیرہ میں کامیاب حصہ لینے کے لئے کافی ہے۔ اس کا جواب آپ خود اپنے دل میں دے لیں تمام ہندوستان میں صرف چار سو لیڈی ڈاکٹر مستند ہیں گویا فی پندرہ لاکھ عورت ایک ڈاکٹرنی ہے اور اس میں بھی مسلم لیڈی ڈاکٹروں کا پتہ نہیں اس کی اہمیت کا اسوقت اندازہ ہو سکتا ہے کہ جب یہ دیکھا جائے کہ ہماری عورتوں کی تندرستی کا کیا عالم ہے اور ان کو لیڈی ڈاکٹروں کی دوسری اقوام کی عورتوں سے کس قدر زیادہ حاجت ہے لیڈی ڈاکٹر مارگیٹ بالفور، جو بمبئی میں ۱۹۲۶ء سے امراض نسوان کی تحقیق میں مشغول ہیں تین جہلک بیماریوں کے جو خاص طور پر ایام حمل اور زمانہ زچگی میں ہوتی ہیں مندرجہ ذیل اعداد وشمار دیتی ہیں انھوں نے سات ہزار پانچ سو باون مریض عورتوں کے حالات جمع کئے گئے جنسے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم خواتین ان تینوں بیماریوں کا زیادہ شکار ہوتی ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

نام بیماری	عیسائی و پارسی وغیرہ	ہندو	مسلم	ہندوؤں اور دیگر اقوام سے مقابلتاً
آسٹو ملیشا (ہڈیوں کی بیماری)	نصف فیصدی	۳ فیصدی	۴½ فیصدی	ہندوؤں سے دگنا اور دیگر سے ۹ گنا
ایک لیمپزیا (دورے کی بیماری)	۷ فیصدی	۱۵ فیصدی	۲۴ فی صدی	ہندوؤں سے قریباً دوگنا اور دوسروں سے تین گنا
حمل کا انیمیا (حمل کی کمی خون)	۱۳ فی صدی	۲۰ فیصدی	۳۶ فی صدی	ہندوؤں سے ڈیڑھ گنا دیگر سے تین گنا

یعنی مسلم خواتین ہندوؤں اور دیگر اقوام کی عورتوں سے دگنی اور تگنی تعداد میں مبتلا ہوتی ہیں اس کی وجوہ کچھ بھی ہوں لیکن کیا اس قومی صحت کی بربادی۔ اس پر خرچ اور تیمارداری میں وقت ضائع ہونے کے نقصان کا کوئی اندازہ لگانے کے بعد دل تھام کر نہ بیٹھ جائے گا اور کیا اس کے تدارک کی تدبیر پر عمل پیرا ہونے کے لئے ہمیں کسی آئندہ سوچ و بچار کی ضرورت ہے

۳۔ سوشل کارکن و ذی اثر خواتین

یہ وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ خواتین ہونا چاہئیں جو اپنی تقریری یا تحریری امتیاز کی وجہ سے قوم کی خدمت کر سکیں فی الحال ہم میں گنتی کی چند ہی ایسی خاتونیں ہیں لیکن اگر ہمیں زندہ قوم ہو کر رہنا ہے اور ملک میں دوسری قوموں کے طعن و تشنیع سے بچکر اپنی عزت و وقار قائم رکھنا ہے تو اصلاح معیشت و تمدن کے لئے ہمیں اخبار و رسائل کی ایڈیٹرس، یتیم خاتون، غریب خاتون، محتاج خاتون اپاہجوں کے اسکول وغیرہ کی سنبھالنے والیاں بری رسوم و قیود کے خلاف پروپگنڈا کرنے والیاں اور ملک کی زنانہ علمی طبی سوشل اور دیگر ریفارم کی جماعتوں میں حصہ لینے والی ان تعلیم یافتہ عورتوں کی ضرورت ہے کہ جو فارغ البال گھروں کی بچیاں ہوں مالداروں کی عورتیں ہوں لیکن قومی و ملکی خدمت کے لئے اپنی اعلیٰ تعلیم، قابلیت و اثر کا صحیح استعمال کرنے میں دریغ

نہ کریں یہ طبقہ جب تک کہ اعلیٰ تعلیم و ایثار عام نہ ہو جائے پیدا نہیں ہو سکتا۔ ملک میں "سیوا سدن" جیسی درسگاہوں اور مختلف زنانہ ایسوسی ایشن ہوم و کلب جو سوشیل تعلیم کا سرچشمہ ہیں، آل انڈیا اور بنگال دی میں ایجوکیشنل کانفرنس، دکن ایجوکیشنل سوسائٹی اور ینگ ویمن کرسچین ایسوسی ایشن وغیرہ نے جو سوشیل خدمت ہندوستان کی عورتوں کی ہے وہ قابل ستائش اور بہت ہمت افزا ہے انھوں نے عورتوں کی پرائیویٹ طور پر تعلیم کا انتظام کیا، اور اس تعلیم میں اپنی ملکی تہذیب و خانگی زندگی کا خاص طور پر لحاظ رکھا بیواؤں اور غریب عورتوں کے لئے ایسے ذرائع پیدا کئے کہ وہ آسانی سے تعلیم حاصل کر کے کوئی ایسا ہنر سیکھ سکیں کہ جو انکی عزت سے گذر اوقات یا دفع الوقتی کا ذریعہ ہو آل انڈیا اور بنگال ویمن کانفرنسوں کا وقار اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ انکی پاس شدہ تجویزوں پر گورنمنٹ کو عموماً عمل پیرا ہونا پڑتا، بنگال کانفرنس نے اپنی تجویزوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک علیحدہ کمیٹی مقرر کی ہے، ان کانفرنس کی اہم تجاویز میں سے چند یہ ہیں۔

ابتدائی تعلیم جبریہ و مفت ہونی چاہئے

(۱) ابتدائی تعلیم نسواں جبریہ و مفت کر دی جائے (۲) زنانہ اسکولوں میں جسمانی ورزش کا انتظام ضروری طور پر کیا جائے (۳) طالبات حفظان صحت کی غرض سے لیڈی ڈاکٹروں کے ذریعہ ہمیشہ معائنہ کیا جائے تاکہ اسکول کی زندگی صحت پر برا اثر نہ ڈال سکے (۴) ہائی اسکول اور کالج

کے نصاب میں عورتوں کی ضروریات کا لحاظ رکھا جائے وہ سبجکٹ جو لڑکوں کے لئے ضروری ہیں لڑکیوں کے لئے جبریہ رکھے جائیں بلکہ ایسے علوم جو خانہ داری۔ ڈرائنگ سوئی کا کام خانگی کفایت شعاری حفظان صحت، باورچی خانہ کا کام وغیرہ سے تعلق رکھتے ہوں مستند مانکر امتحان میں معمولی سائنس ریاضی وغیرہ کے بدلے میں لڑکیوں کو لینے کی اجازت دی جائے۔ ان تجاویز اور تحریکوں کا بڑا زوردار اثر ہوتا ہے اور ہوا ہے ہندوستان کے پانچ صوبوں میں زنانہ تعلیم جبریہ کئے جانے کے قانون کا نفاذ ہوچکا ہے اسکولوں میں جسمانی ورزش اور تندرستی کی حفاظت کے لئے ذرائع پیدا کئے جارہے ہیں۔ کئی صوبوں میں زنانہ اسکولوں کے لیڈی ڈاکٹر مقرر کردی گئی ہیں اور نصاب تعلیم پر مندرجہ ذیل اثر پڑا ہے۔

(۱) مدراس میں خانہ داری حفظان صحت کی تعلیم اختیاری رکھی گئیں سائنس سینا پرونا ڈرائنگ وموسیقی وغیرہ میٹرک کے امتحان کے لئے رکھے گئے ہیں، ڈومیسٹک اکانومی (خانگی کفایت شعاری) کاڑھنا وبننا اور دستکاری معمولی کورس میں داخل کردیئے گئے ہیں (۲) بنگال میں حفظان صحت کی تعلیم سینا اور ڈرل (قواعد) جبریہ طور پر لڑکیوں کے نصاب میں رکھا گیا ہے۔ باورچی خانہ کا کام، کاڑھنا پینٹنگ دستکاری اور مٹی کے موڈل بنانا بھی سکھایا جاتا ہے موسیقی زردوزی، نقاشی، تیمارداری وزنگی خوری ڈاکٹری امداد کا علم بھی اعلیٰ تعلیم کے نصاب میں لڑکیوں کے لئے مقرر کردیئے گئے ہیں، لڑکیوں کو میٹرک کے امتحان کے لیے معمولی سائنس کی جگہ ڈومیسٹک سائنس

(خانگی علم) لینے کی اجازت بھی ہوگئی ہے (۳) برما میں سوئی کا کام جبریہ رکھا گیا ہے، درزی کا ہنر، علم موسیقی، نزرباقی بھی اختیاری موضوع رکھے گئے ہیں (۴) بہار میں کاتنا جبریہ ہے (۵) سی۔پی میں ورزش جسمانی اور سینا پروتا نصاب میں جبریہ ہے یہ نسوانی انجمنیں اور کانفرنسیں ملکی ہی نہیں بین الاقوامی اہمیت اور قوت اختیار کر لی جاتی ہیں جیساکہ آل ایشیاٹک ویمین کانفرنس" کے وجود میں آنے سے معلوم ہوتا ہے جس کی ابتدا ہندوستانی خواتین نے کی ہے اور جن کے ابتدائی اجلاس کے انعقاد کی دعوت بھی ہندوستان ہی سے کی گئی ہے کیا مسلم خواتین کو ان کی ملکی تحریکوں اور انجمنوں و کانفرنسوں میں شریک کرنے اور با اثر ہونے کی ضرورت نہیں اگر ہے تو کیا بلا موجودہ اعلیٰ تعلیم حاصل کئے ہوئے ایسی تحریکوں میں حصہ لیا جا سکتا ہے اور اپنی قوم کی اہمیت اور ضروریات کا احساس دوسری خواتین و قوموں کو کرایا جا سکتا ہے؟

۴۔ سیاست دان خواتین

پالنے کو ہلانے والا ہاتھ قوم پر حکومت کرتا ہے" ملک میں قومی و ذاتی حقوق کے توازن کو برابر رکھنے کے لئے ہماری عورتوں کو دوسری قوموں کی خواتین کے ساتھ میونسپلٹیوں ڈسٹرکٹ بورڈز لیجسلیٹو کونسل اور محکمۂ عدالت و محکمہ تعلیم میں نمایندگی اور مقابلہ کی ضرورت ہے مسلم خواتین کے حقوق کی نگہداشت، نقصان دہ رسوم قوانین کا تدارک بیجا دست اندازیوں اور چیرہ دستیوں کا انسداد اور تمام ایسے امور جنکا انتظام خواتین کے سپرد ہے ان ہی کے ہاتھ سے انجام

پانا چاہئے کسی غیر مسلم خاتون سے یہ امید رکھنا کہ وہ مجلس، قوانین یا تعلیمی و دیگر بورڈز و کمیٹیوں میں مسلم خواتین کے حقوق کی نگہداشت یا حفاظت کر سکے گی ایک توقع بیجا ہے، ان کاموں کے لئے خود مسلم خواتین کو طیار رہنا ضروری ہے، یہ ہی بہتر ہے کہ مردوں کی غلطی سے عورتیں فائدہ اُٹھائیں اور اپنے مردوں کی طرح اس ملکی دوڑ دھوپ میں دوسری قوموں کی عورتوں سے پیچھے نہ رہجائیں "ہارٹوگ کمیٹی" نے مندرجہ ذیل توجہ تجویزیں پیش کی ہیں جنپر آج نہیں تو کل عمل ہو کر رہیگا

(۱) ڈائریکٹر تعلیم کی امداد کے لئے ہر صوبہ میں ڈپٹی ڈائریکٹریس مقرر کی جائیں اور تمام زنانہ اسکولوں کی انسپکٹر بھی عورتیں ہی ہوں جو صوبہ کی زنانہ تعلیم کی ترقی، نصاب و دیکھبال اور نگہبانی و انتظام کریں" اس کے معنی ہیں کہ ہندوستان کی تمام زنانہ تعلیم اور اس پر ڈھائی کروڑ روپیہ کا خرچ عورتوں کے قبضہ میں کچھ دیدیا گیا ہے اور اب مکمل طور پہ سب دیدیا جائے، مدراس پنجاب و بہار میں ڈپٹی ڈائریکٹریس مقرر بھی دی گئی ہیں اور یوپی میں گرلز ایجوکیشن کے لیے چیف انسپکٹریس موجود ہے ہندوستان میں ننانوے انسپکٹریس و ڈپٹی انسپکٹریس بھی کام کر رہی ہیں معلمات بھی ۲۶ ہزار کی تعداد میں موجود ہیں اور یہ قریب قریب سب ہندو عیسائی اور انگریز عورتیں ہیں مسلم خواتین کا ان محکموں میں نام تک نہیں اور کہیں ہے بھی تو آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں کیا مسلم خواتین کو اپنے حقوق تعلیمی کی نگہداشت کے لیے ان عہدوں کے واسطے دوسری قوموں سے مقابلہ کرنے کی ضرورت نہیں؟ اگر ہے تو کہاں ہیں وہ مسلم خواتین جو ڈپٹی ڈائکٹریس کے تو ہونے والے عہدوں

میں سے کم از کم تین جوان کا حق ہیں وقت پر حاصل کرنے کی قابلیت اہلیت رکھتی ہوں اور موقع پر حاصل کر سکیں ؟ انسپکٹریس اسکول کا نمبر بھی بہت زیادہ بڑھنے والا ہے اور مسلم انسپکٹریس کے لیے ایک خاص نمبر مخصوص کر دیا جائے گا یہ مسلمہ ہے کہ انسپکٹریس کی مرضی کے بغیر اسکول میں کوئی کام نہیں ہو سکتا تو کیا کم از کم اپنے مدرسوں کی نگہبانی اور ان کو بیجا دست رس سے بچانے اور اپنے اس حق سے فائدہ اُٹھانے کے لیے ہماری عورتیں تیار ہیں۔

(۲) تمام ڈسٹرکٹ بورڈز، میونسپلیٹوں کمیٹیوں وغیرہ میں جو تعلیمی انتظام کرتی ہیں عورتوں کو ضروری طور پر ممبر بنا دیا جائے تاکہ وہ زنانہ تعلیم کو اپنے قبضہ میں رکھکر ان خامیوں کو مٹا دیں جو مردوں کے بس کی نہیں'' ہندوستان کی بہت سی میونسپل کمیٹیوں ڈسٹرکٹ بورڈز میں عورتیں ممبر ہو چکی ہیں لیکن سب غیر مسلم مدراس کی کوئی میونسپلٹی ڈسٹرکٹ تعلقہ بورڈ ایسا نہیں جس کی غیر اقوام عورتیں ممبر نہوں اسکے علاوہ تمام تعلیمی بورڈز میں عورتیں پہنچ چکی اور پہنچنے والی ہیں لیکن انمیں کوئی مسلم عورت نہیں مدراس کی پرائمری و سکنڈری ڈسٹرکٹ ایجوکیشنل کونسل و پرائیویٹ کمیٹیوں میں بمبئی کے اسکول بورڈوں میں سی پی کے ہائی اسکول ایجوکیشنل بورڈ میں عورتیں ہیں لیکن انمیں مسلمان نہیں؛ کل ڈسٹرکٹ بورڈز میونسپلیٹوں کی سالانہ آمدنی بتیس کروڑ روپیہ ہے یہ کثیر رقم بطور ہاؤس ٹیکس وغیرہ کی صورت میں ہماری جیبوں سے نکل کر جمع ہوتی ہے اور ہماری ابتدائی تعلیم، حفظان صحت اور دیگر متمدن ضروریات زندگی پر خرچ ہوتی ہے اس بتیس کروڑ میں سے پونے چار کروڑ روپیہ سالانہ کے

خرچ میں مسلم خواتین کا ہاتھ نہیں ہونا چاہیے؟

(۴) ابتدائی اور اعلیٰ تعلیم نسوان کے لیے علٰحدہ مخصوص بورڈز قائم کیے جائیں جس کی تمام ممبر عورتیں ہوں ان بورڈز کی سب کمیٹی میں پردہ نشین عورتیں بھی لی جائیں اور ابتدائی تعلیم نسوان کا انتظام تمام عورتوں کے ہاتھ میں ہو۔ ان تعلیمی اور مختار و مقامی حکومت کے محکموں کے علاوہ مدراس سی پی، یو پی و بمبئی کی کونسلوں میں عورتیں نامزد کی جا چکی ہیں مدراس کی کونسل کی وائس پریذیڈنٹ عورت رہ چکی ہے ہارٹوگ ایجوکیشن کمیٹی کی ایک ممبر عورت بھی تھی عدالتوں میں جج و مجسٹریٹ و وکیل عورتیں موجود ہیں لیکن سب غیر مسلم، بڑی بڑی سوشیل ریفارمر لیکچرار ناول نویس ایڈیٹر، جرنلسٹ، موسیقی دان سائنسداں و ماہرات سیاست پیدا ہو چکی ہیں اور آج ہندوستان کی ہر ہر سیاسی چال انکے ایثار، ثابت قدمی، عزم و استقلال، و اخلاقی جرأت کا ثبوت دے رہی ہے کیا اس عام قومی و ملکی زندگی میں مسلم خواتین جہالت کی مردنی کو پسند کئے جائیں گی اور سوتی رہیں گی؟

(۵) تجربہ کار مائیں اور سلیقہ شعار بیویاں

اپنے خانگی توازن کو قائم رکھنے کے لئے اپنے خاوندوں کی ذہنیت اپنے بچوں کی پرورش وابتدائی تعلیم و تربیت کے خاطر عورتوں کو ابتدائی تعلیم کے ساتھ ساتھ زمانہ کی ضرورتوں سے واقف اور موجودہ روش و ملکی و طرز رہائش سے آگاہی ضروری ہے صرف چند کتابیں پڑھکر گھر میں بیٹھ رہنا اس ضرورت کو پورا نہیں کرسکتا

اس لئے ایک طبقہ ہمیں ایسی عورتوں کا پیدا کرنا ہے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ مردوں کی خانگی ضروریات و تخیلات کو پورا کر سکے تمام ہندوستان میں تعلیم یافتہ مردوں اور جاہل بیویوں کا تنافر روز بروز بڑھتا جا رہا ہے اس سے ہماری خانگی سوشیل قومی و ملکی زندگی پر جو اثر پڑ رہا ہے اسکے متعلق بڑی جانفشانی و تحقیق کے بعد مندرجہ ذیل مستند محققین جماعتوں نے اس طرح رائے زنی کی ہے۔

سیڈلرز کمیٹی رپورٹ

ملک کے تعلیم یافتہ نوجوان محسوس کر رہے ہیں کہ انکی خانگی زندگی انکے اور انکی بیویوں کے علمی توازن کے برابر نہ ہونے سے غیر مطمئن و غیر مسرت بخش ہو رہی ہے ان کا جداگانہ معیار تہذیب و اخلاق انکی مختلف ذہنیت اور انکے خیالات و جذبات کا تفاوت انکی خانگی زندگی کو تلخ و غیر موزوں کرتا جا رہا ہے خاوندوں اور بیویوں کا یہ علمی و دماغی فرق یقینی طور پر روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ اس کمیٹی کی رائے زنی کے دس سال بعد "ہارٹوگ کمیٹی" اس کے متعلق یہ لکھتی ہے۔ عورت و مرد کے درمیان تعلیمی و ذہنی تفاوت گھٹنے کے بجائے روز بروز بڑھ رہا ہے۔ جاہل عورت ایک تدریجی ترقی کرنیوالی قوم ہی نہیں بلکہ ایک ترقی کے میدان میں تیزی سے گامزن قوم کے لئے بھی باعث ادبار و ذلالت اور سبب جمود و غفلت ہے اس تفاوت کا اندازہ یوں لگائیے کہ جاہلوں کو چھوڑ کر اگر ہندوستان کی زیر تعلیم آبادی کا بھی فرق دیکھا جائے تو ابتدائی درجوں میں فی چار لڑکے ایک

لڑکی کا اوسط ہے، مڈل میں فی اٹھارہ لڑکے ایک لڑکی، ہائی سکول میں جاکر فی چونتیس مرد ایک عورت اور ملک کے چونسٹھ ہزار گریجویٹ مردوں کے لیے صرف دو ہزار گریجویٹ عورتیں ہیں مسلمانوں میں جہاں ساڑھے چودہ ہزار لڑکے گریجویٹ بن رہے ہیں وہاں انکے مقابلہ میں صرف بتیس لڑکیاں ہیں مسلم مرد ماشاء اللہ تیزی سے علمی ترقی کر رہے ہیں اور عورتوں کے لئے اس ہی علم کو زہر سمجھا جا رہا ہے نتیجہ ہے کہ ایک روشن خیال تیز دماغ مرد گھر سے باہر آپ ٹو ڈیٹ نظر آتا ہے لیکن گھر میں جاکر وہی شخص اپنے آپ کو ایک صدی پیچھے پاتا ہے گھر مرد و عورت دونوں سے ملکر بنتا ہے اس طرح ایک گریجویٹ مرد اور اسکی جاہل یا صرف الف بے پڑھی ہوئی بیوی کا گھر علمی معاشرتی و قومی نکتہ نظر سے اس گھر سے نیچے درجہ پر ہے کہ جس گھر کا مالک صرف میٹرک ہو اور اسکی بیوی کم از کم مڈل پاس ہو۔

نوٹ:۔ انگریزی میٹرک و مڈل کے درجہ صرف مثال کے طور پر لئے گئے اس سے یہ مقصد نہیں کہ مڈل و میٹرک ہی معیار علم ہیں غرض تعلیم یافتہ اور انکے معیار علمی سے ہے)

۶۔ عام تعلیم یافتہ پبلک

کم از کم ابتدائی تعلیم سیاسی ضرورت نمبر اول اور انسان و حیوان مطلق میں تفریق پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے، مذہباً ہم پر علم فرض ہے بغیر کم از کم اپنی مادری زبان کے لکھنے پڑھنے کی واقفیت کے کوئی مسئلہ خواہ وہ خانگی ہو سیاسی ہو یا مذہبی ہرگز سمجھ میں نہیں آسکتا، طوطے کی طرح رٹ لینا

اور بات ہے اور ایک مسئلہ کے مقصد کا احساس بالکل دوسری بات برٹش انڈیا
کی زنانہ مسلم آبادی تقریباً تین کروڑ ہے اعداد و شمار کے طریقہ پر انکی بیالیس لاکھ لڑکیاں
تعلیمی عمر یعنی ۵ سے گیارہ برس کی عمر کی ہیں، ان میں سے زیر تعلیم صرف
تین لاکھ ہیں اور جاہل انتالیس لاکھ ۔ ان سب میں سے اسی فی
صدی یعنی بتیس لاکھ بچیاں قابل تعلیم ہیں ان کو اگر صرف ابتدائی
تعلیم دینے کا انتظام کیا جائے تو تین کروڑ باسٹھ لاکھ روپیہ سالانہ
خرچ اور ایک لاکھ استانیوں کی ضرورت ہے اگر ہندوستان
میں مرد زنانہ تعلیم کی ضرورت کو ہارٹوگ کمیٹی کی طرح محسوس کریں اور
کم از کم تمام تعلیمی خرچ چھبیس کروڑ میں سے نصف یعنی تیرہ کروڑ زنانہ
تعلیم کے حصہ میں دیدیں تو اس میں سے مسلم خواتین کے حصہ میں
سوا تین کروڑ روپیہ سالانہ آسکتا ہے۔ میونسپلٹی وغیرہ چار کروڑ روپیہ
ابتدائی تعلیم پر خرچ کرتی ہے اس میں سے ایک کروڑ روپیہ مسلم بچیوں
کا حصہ ہوتا ہے اس طرح صرف مسلم زنانہ تعلیم کے لئے سوا چار کروڑ
روپیہ سالانہ ہوسکتا ہے جو فوری ضرورت کے لئے کافی ہے
لیکن فی الحال تو انصاف کہاں زنانہ تعلیم مردوں کے قبضہ میں ہے
اور اب اگر عورتوں کے قبضہ میں آرہی ہے اور آئندہ پوری طور پر
آبھی گئیں تو مسلم خواتین کا اس پر کس قدر اختیار اور کتنا حصہ ہوگا۔
آپ خود غور فرمالیں حاصل کلام اگر یہ تمام مختلف خواتین کے تعلیم یافتہ
طبقے پیدا ہوئے تو ہندوستان کی مسلم آبادی کی سیاسی ضروریات
قیامت تک پوری نہیں ہوسکتیں اور نہ ہی ہندوستان کی نو
کروڑ فرزندان دختران اپنے ملک کی کسی قسم کی خدمت کر سکینگے۔ ایسی

حالت میں ہم ملک پر ایسا اقتصادی بار ہونگے کہ زمانہ وملک اس بارہ کو ہلکا کرنے کے لئے ہماری ہستی کو بیکار پاکر مٹانیکی کوشش کریگا وقت ہے کہ ہم بیجا فخر وغرور جہالت وخود بینی ہٹ دھرمی وناعاقبت اندیشی کو چھوڑ کر زمانہ کی روش کو سمجھیں اور باقاعدہ ملکی وسیاسی دوڑ دھوپ میں اپنے ہمسایوں کے کم از کم دوش بدوش چلیں اور اپنی ہستی وزندہ قوم ہونیکا ثبوت دیں ملک اور قوم کی ترقی کا راز عورت کے چرنک اُٹھنے میں مضمر ہے جس قوم کی عورت جاہل ہو اُس قوم کا مرد مہذب تسلیم نہیں کیا جا سکتا ہے

احزاب[1]

چونکہ آیۃ قرن فی بیوتکن بحث سے رہ گئی ہے اس لئے اس پر علیحدہ بحث کی جاتی ہے. علماء کرام اس آیت سے بڑے زور کے ساتھ یہ ثبوت و استدلال پیش کرتے ہیں کہ اس میں عورت کے لئے صاف الفاظ میں حکم ہے کہ وہ گھروں میں قیام رکھے. اول تو یہ آیت امّ المومنین کے لئے مخصوص ہے' عام مسلمان عورتوں سے خطاب نہیں جیسا کہ ظاہر ہے یانساء النبی الخ یعنی اے نبی کی عورتو! دوسرے قرن سے مراد ہے وقار یعنی نبی کریم کی عورتیں اپنے گھروں میں وقار سے رہیں۔ یہ مصدر وقار سے صیغہ امر ہے' جس طرح وصل سے صلن بقول صاحب معالم التنزیل و محدث دہلوی نے بھی قرن کے معنی وقار سکون کے لئے ہیں بہر نوع اس کے معنی خواہ قرار فی البیت کے لئے جائیں' یا وقار کے سمجھے جائیں ہر حال میں یہ حکم نبی کریم کی مستورات کے لئے ہے عام مسلمان عورتوں سے اور اس آیت کے ٹکڑے سے کوئی واسطہ اور کوئی تعلق نہیں ہے۔

دوسری آیت ہے کہ وہ "یضربن بخمرھن علیٰ جیوبھن" یعنی ڈال لیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبان پر یہاں خمر کے معنی ڈھانکنے والی چیز کے ہیں. عرب میں چونکہ مختلف اقسام کی اوڑھنیاں ہوتی تھیں چنانچہ ان میں خمر سب سے چھوٹا دوپٹہ تھا ایسا جیسے کوئی بڑا رومال اس سے بڑا لفیف تھا. لفیف سے بڑا مقنہ اور مقنہ سے بڑا جلباب. مقنہ کا طول و عرض دوپٹہ کے برابر سمجھنا چاہئے اور جلباب کا بڑی چادر کے برابر. لیکن خمر اس طرح اوڑھا جاتا تھا جس طرح مدراسی یا بمبئی کے مسلمان بلکہ خود عرب ایک بڑا رومال دونوں کندھوں سے سینہ کے اوپر ڈال لیتے ہیں' جس سے کندھے اور سینہ بخوبی ڈھک جاتا ہے غرض کہ عرب میں مختلف قسم کی اوڑھنیاں استعمال کی جایا کرتی تھیں. لیکن چادر کا استعمال صرف ازواج

---

[1] یہ مضمون حصہ اول کا آخری بیان ہے اسے صفحہ ۵۸ کے بعد پڑھنا چاہئے –

مطہرات کے لئے مخصوص تھا اس لئے کہ اس سے لونڈیوں میں اور ازواج مطہرات میں منافقین کے لئے فرق امتیاز قائم رہے چونکہ ابتدائے اسلام میں آوارہ گرد مشرکین و منافقین بازاروں میں نکلنے والی مسلمان عورتوں پر آوازے کستے اور انکا تعاقب کرتے تھے۔ اور جب مسلمان ان سے تعارض کرتے کہ تم ایسا کیوں کرتے ہو؟ تو کہدیتے تھے کہ ہم نے اس کو لونڈی سمجھا تھا۔ اس لئے یہ شناخت کردی گئی کہ ازواج مطہرات چادریں ڈال لیا کریں اس وجہ سے اس آیت کا نزول ہوا۔ اس کی تائید ذیل کے حوالے سے ہوتی ہے وکان فی الجاھلیۃ تخرج الحرۃ والامۃ مکشوفات یتبعھن الزناۃ فانزل اللہ الخ اھل۔

زمانہ جاہلیت میں آزاد عورتیں اور لونڈیاں بے پردہ نکلتی تھیں آوارہ مرد انکا تعاقب کرتے تھے تو اللہ نے مسلمان آزاد عورتوں کو جلباب کا حکم دیا (امام فخر الدین رازی۔ تفسیر کبیر)

اسی کی تصریح میں قرآن کی اس آیۃ ذلک ادنیٰ ان یعرفن فلا یوذین کی تفسیر یہ ہے کہ ان الھن حرائر فلا یتبعھن یعنی یہ کہ وہ شناخت کرلیا کریں کہ شریف عورتیں تاکہ انکا تعاقب نہ کیا جائے

اب یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اس قدر فتنہ کا احتمال ہوتے ہوئے بھی خدا نے عورتوں کو قید کا حکم نہیں دیا قرآن کی ترتیب میں سورہ نور اٹھارہویں پارہ میں ہے اور سورہ احزاب بائیسویں پارہ میں لیکن سورہ نور ۵ھ میں نازل ہوئی اور احزاب ۷ھ میں نگران آیات کے نزول کے بعد کے واقعات ملاحظہ ہوں۔

عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میں خالد بن ولید رسول اکرم کے ہمراہ ام المومنین میمونہؓ کے مکان گئے وہاں وہ ایک بریان گوہ (ایک جانور کا نام ہے) لائیں رسول اکرم نے اس طرف اپنا ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ بعض عورتوں نے جو وہاں موجود تھیں بتایا کہ یارسول اللہ یہ گوہ ہے۔ یہ سنتے ہی آپ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا یہ حرام ہے آپ نے فرمایا نہیں لیکن یہ میرے شہر میں نہیں ہوتی اس لئے مجھے کراہیت

ہوتی ہے۔ خالد نے اسے کھایا لیکن آپ نے منع نہیں فرمایا حضرت میمونہ سے آپ نے سنہ ۷ھ میں نکاح کیا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت میمونہ ایک غیر محرم کو کھانا کھلا رہی تھیں نیز وہاں دیگر غیر محرم مستورات بھی موجود تھیں۔

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ میرا لڑکا فضل حسینؓ رسول اکرم کے ساتھ اونٹ پر بیٹھا ہوا سفر کر رہا ہے رسول اللہ نے ایک جگہ قیام فرمایا لوگ مسائل دریافت کرنے آنے لگے اتنے میں ایک نہایت حسین عورت قبیلہ خثعم کی آئی اور عرض کرنے لگی کہ یا رسول اللہ میرے باپ پر ضعیفی میں حج فرض ہوا ہے لیکن وہ اس قدر ضعیف ہے کہ سواری پر بھی نہیں ٹھہر سکتا تو کیا میں اس کی طرف سے حج ادا کر سکتی ہوں؟ فرمایا کہ ہاں۔ فضلؓ اس کے حسن و جمال سے متاثر ہو کر اسے بار بار دیکھنے لگا، مگر حضرت نے اپنا ہاتھ پیچھے کی طرف بڑھا کر فضلؓ کی تھوڑی پکڑی اور اس عورت کی طرف سے اس کا منہ پھیر دیا (صحیح مسلم) اس حدیث کو نسائی اور ابو داؤد نے بھی نقل کیا ہے، اور یہ واقع بھی حجۃ الوداع کا ہے، یعنی پردہ کے نزول حکم کے بعد کا جبکہ رسول اکرم اس دنیا سے رحلت فرمانے کے قریب تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جب میرے پاس عبداللہ بن طفیل کی لڑکی مزینہ آئی تو اس وقت رسول اکرم بھی تشریف فرما تھے آپ نے فرمایا کہ جب عورت کو حیض آنے لگے تو اس پر واجب نہیں کہ وہ اپنے جسم کو ظاہر کرے سوائے چہرہ اور ہاتھ کے پھر آپ نے اپنی کلائی مٹھی سے پکڑ کر اور کف ہٹا کر بتایا (ابو داؤد)

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اکرم نے مجھ سے فرمایا کہ تجھے گھر میں آنیکی اجازت ہے تجھسے اس لئے پردہ نہیں تاکہ میرے راز کی بات معلوم کرے اس وقت تک جب تک میں منع نکروں (صحیح مسلم)

چونکہ عبداللہ ابن مسعود حضور اکرم کے خادم تھے جب خدا کا حکم ہوا کہ رسول کے گھر میں کوئی شخص بلا اجازت نہ جائے تو حضرت عبداللہ سے فرمایا کہ تجھے بار بار اجازت طلب کرنے کی اس لئے ضرورت نہیں کہ کام میں حرج ہوتا ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ نوکروں سے پردہ کرنا جائز نہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ فاطمہ زہراؓ کے ہاتھوں میں چکی چلانے سے نشان پڑ گئے تھے اور مشک سے پانی بھر کر لانے میں سینہ میں درد ہو گیا تھا (ابو داؤد)

اگرچہ احادیث کوئی خدا کا حکم نہیں لیکن خدا کے احکامات کی تشریحات ضرور

ہیں۔ پس ان تمام احادیث سے صاف طور سے ظاہر ہے کہ ابتدائے اسلام میں اور نزول پردہ کے حکم کے بعد عموماً مسلمان آزاد وغیر آزاد اور خصوصاً نبی کریمؐ کی مستورات ضرورت کے اوقات میں باہر نکلتی تھیں، جنکے چہرے اور ہاتھ پاؤں کھلے ہوتے تھے قرن فی بیوتکن ولا تبرج الجاھلیت کے اور نزول پردہ کے حکم کے بعد کے لئے تھا۔ یعنی اگر مندرجہ صدر حکم دونوں زمانوں کے لئے اور خصوصاً بعد کے لئے تھا تو ان غیر محرم مرد اور عورتوں کو کیوں ملنے دیا جاتا تھا۔ خصوصاً حضور کی موجودگی میں

چونکہ اسلام کا ہر قانون لچکدار ہے، اور ان میں خدا تعالے نے اتنی وسعت دی ہے کہ یہ ہر زمانہ کے تمدن پر حاوی ہو سکتے۔ سوسائٹی کی حالت ہمیشہ ہر زمانہ میں بدلتی رہی ہے، اور بدلتی رہے گی۔ اس لئے دنیا کا اور کسی مذہب کا کوئی قانون سوسائٹی کی حالت کا ہمیشہ ساتھ نہیں دے سکتا مگر اسلام۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو قانون اسلام بھی نامکمل سمجھا جاتا۔ لیکن وہاں تو پہلے ہی فرما دیا گیا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم۔ اے نبی تمہارا دین مکمل ہوگیا۔ تیرہ سو برس کی تہذیب آج نہیں ہو سکتی، اور جو آج کی تہذیب ہے وہ تیرہ سو برس بعد نہیں ہوگی۔ لیکن یہ خصوصیت اور یہ امتیاز صرف قانون اسلام ہی کو ہے کہ وہ ہر زمانہ کے مسلمانوں کی تہذیب کا ساتھ دے۔ اس لئے تمام علما اور تمام جدید تعلیم یافتہ اس بات کو مانتے ہیں کہ اسلام قانونِ فطرت کے موافق ہے۔

جس طرح ہندوستان کی آبادی مخلوط ہے، اسی طرح عرب کی آبادی بھی مخلوط تھی۔ جس طرح ہندوستان میں مسلمانوں کو خطرہ درپیش ہے اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ مشرکین و منافقین کا خطرہ عرب میں

مسلمانوں کو تھا۔ لیکن اس خطرہ و فتنے کی حالت میں عرب کی مسلم مستورات کو ہندوستان کی مسلم مستورات کی طرح قید میں نہیں رکھا۔ اس لئے کہ عرب میں قید و بند کی حالت میں اس عورت کو رکھا جاتا تھا جو عورت فاحشہ ہوتی تھی۔ لیکن آج اس کے بالکل برعکس ہے کہ فاحشہ عورتیں برلب بام بازاروں میں نظر آتی ہیں اور شریف و شریف عورتیں قید کردی گئی ہیں ملاحظہ ہو۔

والتی یاتین الفاحشۃ من النساء کم فاستشھدو علیھن اربعۃ منکم فان شھدو فامسکوھن فی البیوت حتی یتوفھن الموت

ترجمہ۔ تمہاری جن عورتوں سے بیحیائی سرزد ہو اگر انکے خلاف چار مسلمان شہادت دیں تو تم ان کو گھروں میں مقید کردو یہاں تک کہ ان کو موت آجائے۔

پس معلوم ہوا کہ جو عورتیں بیہودہ فاحشہ سمجھی جائیں اور جن کے متعلق چار گواہیاں میسر آجائیں تو اُن کو بیشک گھروں میں بند کردیا جائے لیکن جو عورتیں اچھی اور نیک ہیں اور جنکے متعلق شک و شبہ نہیں ان کو کیوں بند کیا جائے؟ کیا یہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے شرم کی بات نہیں کہ انھوں نے اپنی پاکباز عورتوں کو بلا وجہ مشتبہ سمجھ رکھا ہے۔ ان کا کیا جرم ہے؟ ان پر کیا شبہ ہے؟ کس خطا پر ان کو قید کیا گیا ہے، اور کونسی شہادت ان پر گذری ہے، جس کی پاداش میں خدا کے حکم کے ہی خلاف کیا جارہا ہے یا للتعجب!

امام۔ اکبر آبادی
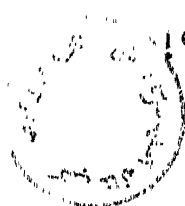
مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری کی تازہ تصنیفات

آمنہ کا لال

اردو زبان کا سب سے بہترین مولود شریف حضرت علامہ محترم کی تازہ تصنیف جس کا کئی کئی سال سے تعلیم یافتہ مسلمانوں کو انتظار تھا نہایت آب و تاب کے ساتھ چھپ کر تیار ہے اب پڑھی لکھی عورتوں کی مجالس میلاد میں یہی کتاب پڑھی جاتی ہے اور وہ اپنی غیر مسلم سہیلیوں کو بڑے فخر کے ساتھ بلاتی ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ مرد بڑے ذوق و شوق سے آمنہ کے لال کا مطالعہ کرتے ہیں، کیونکہ اس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں جو خلافِ عقل کہا جا سکے نثر کے ساتھ ساتھ جہاں جہاں نظم ہے وہ بھی اس قدر موثر ہے کہ اہل دل تڑپ اٹھیں کیونکہ تمام اشعار خود علامہ محترم ہی کے ہیں۔ آمنہ کے لال میں علامہ راشد الخیری کا بہترین لٹریچر ہے۔ بہت خوبصورت ٹائٹل دبیز کاغذ عمدہ لکھائی چھپائی۔

قیمت ایک روپیہ

اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک سال میں تیسری بار چھپی ہے

سیدہ کا لال

شہادت کی مکمل و مفصل تاریخ حضرت علامہ محترم کی بے مثل نئی کتاب، حصہ اول مکمل تاریخ شہادت، ہے حضرت امام حسینؓ کی نانی ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے اسلام پر احسانات جناب سیدہ کے فضائل سرور کائنات صلعم کی رحلت حضرت عثمان حضرت علی کی شہادتیں اور دردناک مرثیے، جنگ جمل جنگ صفین کا مکمل بیان شیعہ سنی اختلافات کی ترقیاں بنی امیہ کی کوششیں امیر معاویہ کی سیاست امام حسن کی شہادت، یزید کی حکومت کی پوری کیفیت غرض پہلے حصہ میں معرکہ کربلا سے پہلے کے تمام تاریخی واقعات نہایت تفصیل کیساتھ بیان کئے گئے ہیں جن سے واقعہ کربلا کے صحیح اسباب ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ دوسرا حصہ مراثی کربلا ہے حضرت مسلم اور ان کے بچوں کی شہادت سیدہ کے لال کی مدینہ سے روانگی حضرت حر کی شہادت بی بی زینب کا میدان کربلا میں بھیجنا اپنے بچوں کی شہادت حضرت عباس کی شہادت حضرت قاسم کی شہادت حضرت علی اکبر کربلا کا ننھا شہید صغرا کا قاصد۔ سیدہ کے لال کی شہادت خاندان سیدانیاں ابن زیاد اور یزید کے دربار شیعہ سنی اختلافات پر تبصرہ۔ قاتلان حسین کا انجام اور خدائی فیصلہ وغیرہ تمام کتاب اسقدر درد انگیز ہے کہ بغیر آنسو بہائے نہیں پڑھی جا سکتی۔ مگر نثر میں جو مرثیے علامہ محترم نے لکھے ہیں انکی ایک ایک سطر کلیجہ کے پار ہو جاتی ہے۔ آمنہ کے لال کی طرح سیدہ کے لال میں بھی کوئی واقعہ خلاف عقل نہیں اور لطافت کے علاوہ جو شہادت کی جان ہے شہادت کا اس قدر مفصل اور مکمل درد انگیز اور موثر بیان کسی کتاب میں نہیں تعلیم یافتہ عورتیں اور مرد شیعہ ہوں یا سنی شہادت کی یہی کتاب اب پڑھتے یا مجلسوں میں پڑھواتے اور سنتے ہیں ضخامت قریباً ڈھائی سو صفحے - قیمت ۱۲ غیر مجلد ۱۴ قسم دوم ۸ مجلد ۱۰ غیر مجلد قسم خاص آرٹ پیپر

تین روپے مجلد ہے

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کے مشہور رسالے
عصمت دہلی
ہندوستان بھر کے تمام زنانہ اخبارات و رسائل میں سب سے اچھا اور سب سے زیادہ چھپنے والا مشہور و معروف، باتصویر ماہوار رسالہ جو ۳۰ سال سے کامیابی کیساتھ جاری ہے اور تمام اردو رسالوں میں سب سے زیادہ تصاویر اور ملک کی بہترین لکھنے والی خواتین کے اعلیٰ درجہ کے مضامین کم سے کم ۸۰ صفحوں پر ہر ماہ شائع کرتا ہے عصمت ہی وہ رسالہ ہے جو صوری و معنوی خوبیوں کے لحاظ سے شریف بیگمات کیلئے ہندوستان کا چوٹی کا رسالہ ہے
سالانہ چندہ قسم اول پانچ روپے۔ قسم دوم معمولی کاغذ ہے
بنات دہلی
مسلمان لڑکیوں کے لئے خالص مذہبی رسالہ آجتک اردو زبان میں جاری نہیں ہوا تھا بنات نے اس کمی کو اس خوبصورتی سے پورا کیا کہ جو دیکھتا ہے خریدار ہو جاتا ہے عصمت کے علاوہ صرف یہی پرچہ ہے جس میں حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ ہر ماہ بیش بہا مضامین تحریر فرماتے ہیں چندہ سالانہ بھی اس قدر کم کہ غریب سے غریب مسلمان خرید سکے یعنی صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ بذریعہ منی آرڈر اس قدر سستا زنانہ پرچہ کہیں نہیں مل سکتا۔ ۱۹۲۷ء سے جاری ہے نمونہ مفت
ملک کی نامور افسانہ نگار خواتین کے افسانوں کے مجموعے
گلستان خاتون
فخر نسوان ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی کے بے مثل افسانے شہید ظلم آرزوؤں پر قربانی، انقلاب زمانہ، تربیت اولاد، طرز زندگی، سچ کی فتح، دوسری شادی وغیرہ، جو زنانہ لٹریچر میں بہترین معاشرتی و اخلاقی افسانے تسلیم کئے گئے ہیں جن کے متعلق اخبارات نے نہایت شاندار ریویو کئے ہیں نہایت موثر سبق آموز اور دلآویز ہیں۔ شائع بھی نہایت اہتمام سے ہوئے ہیں آرٹ کاغذ پر چھپے ہیں قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے علاوہ محصولڈاک۔
نیرنگ
مشہور افسانہ نگار محترمہ مس آر کرنا کے ۱۳ افسانے۔ شبنم، بیوی کی محبت، ایثار عظیم، جستجوئے مسرت، راہ ہدایت، احساس فرض، ضمیر کی آواز، زندگی کی آخری شب وغیرہ جنکی زنانہ رسالوں میں شائع ہو کر دھوم مچ چکی ہے۔ ہر افسانہ کامیاب و نتیجہ خیز ہے ضخامت ۲۰۵ صفحے۔ کاغذ لکھائی، چھپائی ہر چیز نفیس قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ۔ علاوہ محصول ڈاک (عہ)
شہید وفا
محترمہ امۃ الوحی کے ۸ افسانے۔
اخبار تہذیب نسواں لکھتا ہے
"محترمہ امت الوحی کے افسانے نسوانی حلقوں میں دلچسپی سے پڑھے جاتے ہیں، انداز بیان دلنشین زبان سیدھی سادی اور بے تکلف"
اخبار انقلاب لکھتا ہے "محترمہ مصنفہ کو فطرت انسانی کے بعض اسرار پر پوری دسترس حاصل ہے عورتوں کیلئے ان افسانوں کا مطالعہ خاص طور پر مفید ہوگا ضخامت پونے دو سو صفحے قیمت ۱۲
ملنے کا پتہ منیجر عصمت کوچہ چیلان دہلی